صداقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تقریر

مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ
سابق مبلغ بلاد عربیہ ناظر اصلاح و ارشاد

برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ
۱۹۶۴ء

پیش کردہ:- نظارت اصلاح وارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان

پیش لفظ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت میں محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق امام مسجد لنڈن ناظر اصلاح وارشاد نے جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ ۱۹۶۴ء کے موقع پر ایک مبسوط اور مدلل تقریر فرمائی تھی جس میں آپ نے نہایت آسان اور دلنشین پیرایہ میں حضور علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت ومہدویت کی تائید میں احادیث صحیحہ سے خاص اور امتیازی علامات ونشانات کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ جلسہ سالانہ پر وقت کی قلت کے پیش نظر آپ اپنی پوری تقریر کے جو حصے بیان نہیں کر سکے تھے وہ حصے بھی افادہ عام کے لئے شامل اشاعت کئے گئے ہیں۔ اسی طرح آپ کے دعویٰ کی جن علماء اور صوفیاء نے تصدیق کی تھی اُن میں سے چند کا آپ نے ذکر کیا تھا۔ ہم حضرت سید حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کے انتہائی ممنون ہیں جنہون نے باوجود صحت کی کمزوری اور گوناگوں مصروفیات کے بہت محنت اور تحقیق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالے علمائے ربانی اورصوفیائے کرام کی ایک لمبی فہرست تیار فرمائی جو شائع کی جارہی ہے

خدا کرے یہ تقریر حق کے متلاشیوں کی رہنمائی اور احمدیوں کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہو۔ آمین

مہتمم نشر و اشاعت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّ حْمٰنِ الرَّحِیْم
نحمدہ و نصلیّ علیٰ رسولہ الکریم

صداقتِ مسیح موعود علیہ السلام
مصلح دورِ آخر

تبارک الذی جعل فی السماء بروجاً وجعل فیھا سراجاً و قمرًا منیرًا.
(الفرقان)

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ظاہری عالم میں شمس وقمر اور بارہ برج بنائے ہیں اسی طرح روحانی عالم میں بھی ایک سراج منیر اور ایک قمر منیر اور بارہ برج بنائے ہیں۔ سیدنا و شفیعنا حضرت احمد مجتبیٰ محمد ﷺ اس عالم روحانی کے سراج منیر ہیں ور بارہ مجددین جو آنحضرت ﷺ کی صدی کے بعد کی بارہ صدیوں میں ظاہر ہوئے وہ برہ برجون کے مانند ہیں۔ اور چودھویں صدی کے مجدد حضرت مسیح موعود ومہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے قمر منیر ہیں۔ اور عالم ظاہری میں جو اہمیت وعظمت شمس وقمر کو حاصل ہے وہی اہمیت و عظمت اور جلالتِ شان آنحضرت ﷺ اور آپ کے متبع کامل اور عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم روحانی میں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:-

"لن تھلک امۃ انا فی اوّلھا و المسیح ابن مریم فی آخرھا."

(جامع الصغیر للسیوطی جلد ۲ صفحہ۱۰۶)

یعنی وہ امت ہرگز ہلاک نہیں ہوسکتی میں جس کے اول میں ہوں اور مسیح موعود جس کے آخر میں ہوگا۔

گویا دو (۲) مبارک وجود امت محمدیہ کے لئے دو محفوظ قلعوں کی طرح ہیں اور انہیں دو وجودوں سے اسلام کی حفاظت اور اس کی عالمگیر ترقی وابستہ ہے۔ اور غور سے دیکھا جائے تو جب سے نوع انسانی مختلف امصار واقطار میں پھیلی ہے اُس وقت سے لیکر اِس وقت

تک صرف یہی دو مبارک وجود ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کسی خاص قوم یا کسی خاص ملک کے لئے مبعوث نہیں فرمایا بلکہ بلا استثنا تمام عالم اور تمام بنی نوع انسان کے لئے مبعوث فرمایا ہے خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی جنوبی ہوں یا شمالی۔

پس ایسے عظیم الشان انسان کی شناخت جس کے وجود سے اسلام کی ترقیات وابستہ قرار دی گئی ہیں ہر انسان کا فرض ہے۔ اگرچہ حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی صداقت کے دلائل ایک دو (۲) نہیں بلکہ صدہا اور ہزارہا ہیں مگر میں اس وقت اُن خاص دلائل میں سے بھی چند ایک کا ذکر کرونگا جو خود حضرت مخبرِ صادق ﷺ نے مسیح موعود کی شناخت کیلئے بطور پیشگوئی بیان فرمائے ہیں

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ

ضرورتِ زمانہ

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دعوے میں صادق ہونے کی کہ میں مسیح موعود ہوں پہلی دلیل ضرورتِ زمانہ ہے۔ یعنی آپ نے اُس وقت دعویٰ کیا جو پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود کے ظہور کا وقت تھا۔ اور تمام عالم اسلام بے تابی سے اُن کے ظہور کا منتظر۔

اکابر علماء و بزرگان سلف نے مسیح و مہدی کا ظہور کا زمانہ تیرھویں صدی کا آخر اور زیادہ سے زیادہ چودھویں صدی کے ابتدائی دس سال تک خیال کیا تھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان مرحوم رئیس بھوپال اپنی مشہور کتاب **حجج الکرامہ** کے صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں:۔

"وبر ہر تقدیر ظہور مہدی برسرِ صد آئندہ احتمال قوی دارد۔"

یعنی ہر اندازے کے مطابق مہدی کے چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہونے کا احتمال قوی ہے۔

اور لکھتے ہیں:۔

"برسر مأتہ چہاردہم کہ دہ سال کامل آنرا باقی است اگر ظہورِ مہدی ونزولِ عیسیٰ صورت گرفت پس ایشاں مجدد و مجتہد باشند۔"

یعنی چودھویں صدی کے سر پر جس کے آنے میں ابھی کامل دس سال باقی ہیں اگر

مہدی و مسیح کا ظہور و نزول ہو گیا تو وہی مجدّد و مجتہد ہونگے۔

اور صفحہ ۳۹۴ پر لکھتے ہیں:۔

"بعض از مشائخ و اہل علم گفتہ کہ خروج او بعد دوازدہ صد سال از ہجرت مے شود و از سیزدہ صد تجاوز نہ کند۔"

یعنی بعض مشائخ اور اہل علم نے کہا ہے کہ اُن کا خروج بارہ سو سال ہجری کے بعد ہوگا اور تیرہ سو سال سے تجاوز نہیں کرے گا۔

اور نواب صاحب موصوف کو ان بزرگانِ سلف کے اقوال پر اس قدر یقین تھا کہ انہوں نے صفحہ ۴۴۹ میں یہاں تک لکھ دیا

"ایں بندہ حرص تمام دارد کہ اگر زمانہ حضرت روح اللہ سلام اللہ علیہ را دریابم اول کسے کہ ابلاغِ سلامِ نبویؐ کنار من باشم۔"

یعنی یہ بندہ بڑی خواہش رکھتا ہے کہ اگر میں حضرت روح اللہ (عیسیٰ) کا زمانہ پاؤں تو پہلا شخص جو آنحضرت ﷺ کا سلام انہیں پہنچائے میں ہوں۔

(۲) مولوی حکیم سید محمد حسن مرحوم رئیس امروہ نے بھی کواکب دریہ صفحہ ۱۵۵ میں مہدی کے آنے کا زمانہ ۱۳۰۰ھ ہجری میں لکھا ہے۔

(۳) اسی طرح حافظ برخوردار مرحوم اپنی کتاب انواع میں لکھتے ہیں:۔

"پچھے اک ہزار دے گذرے ترے سو سال ☆ عیسی ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال"

یعنی جب ایک ہزار کے بعد تین سو سال گذر جائیں گے تو پھر عیسیٰ ظاہر ہونگے۔

(۴) اور ابوالخیر نواب نور الحسن خان ابن نواب مولوی صدیق حسن خان مرحوم اقتراب الساعة صفحہ ۲۲۱ میں لکھتے ہیں:۔

''اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے۔ اس صدی سے اس کتاب کے لکھنے تک چھ مہینے گذر چکے ہیں شائد اللہ تعالےٰ اپنا فضل وعدل اور رحم کرم فرمائے۔ چار چھ برس کے اندر مہدی ظاہر ہو جاویں۔''

اسی طرح امتِ محمدیہ کے بہت سے مشائخ واولیاء اور محقق علماء قرآن مجید و

احادیث اور اپنے کشوف پر غور کر کے اسی نتیجہ پر پہنچے تھے کہ مسیح موعود و امام مہدی کا ظہور تیرھویں صدی میں اور زیادہ سے زیادہ چودھویں صدی کے سر پر ہوگا۔ اور اسی زمانے میں بعض بزرگوں نے مہدی و مسیح کے پیدا ہونے کی خوشخبری بھی دیدی تھی۔

چنانچہ ایک اُن میں سے حضرت مولوی عبداللہ غزنوی کے پیرو مرشد حضرت صاحب کوٹھے والے بزرگ ہیں جن کے متعلق مولوی حمیداللہ ملآئے سوات نے لکھا کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ حضرت صاحب کوٹھے والے ایک دو سال اپنی وفات سے پہلے یعنی ۱۲۹۲ھ یا ۱۲۹۳ھ میں اپنے چند خواص میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہر ایک باب سے معارف و اسرار میں گفتگو شروع تھی ناگاہ مہدی معہود کا تذکرہ درمیان میں آ گیا۔ فرمانے لگے:۔

''چہ مہدی پیدا شوی دے او وقت وظہور ندے۔''

یعنی مہدی پیدا ہو گیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ اور اس کے بعد حضرت موصوف نے سلخ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ میں وفات پائی۔''

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۵-۳۸)

'اسی طرح ایک بزرگ گلاب شاہ نامی موضع جمال پور ضلع لدھیانہ میں گذرے ہیں۔ جن کے خوارق اس طرف بہت مشہور ہیں۔ انہوں نے چند لوگوں کے سامنے اپنا یہ کشف بیان کیا جن میں سے ایک بزرگ کریم بخش نامی پرہیزگار موحد معمر سفید ریش نے حضرت مسیح موعود کے رو برو جوش رقّت سے چشم پُر آب ہو کر کئی جلسوں میں جبکہ چودھویں صدی سے آٹھ برس گذرے تھے یہ گواہی دی کہ مجذوب گلاب شاہ صاحب نے آج سے تیس برس پہلے (اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر بیس برس کے قریب ہوگی۔ شمس) یہ خبر دی تھی کہ عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ پیدا ہو گیا ہے اور وہ قادیان میں ہے۔

میاں کریم بخش صاحب کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ تو آسمان سے اتریں گے وہ کہ کہاں پیدا ہو گئے؟ تب اُنہوں نے جواب دیا کہ جو آسمان پر بلائے جاتے ہیں وہ واپس نہیں آیا کرتے۔اُن کو آسمانی بادشاہت مل جاتی ہے۔ وہ اس کو چھوڑ کر واپس نہیں آتے بلکہ آنے والا عیسیٰ قادیان میں پیدا ہوا ہے۔ پھر انہوں نے میاں کریم بخش کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ وہ جھوٹی تفسیروں کا جھوٹ ہونا ثابت کرے گا۔تب اس عیسیٰ پر بڑا شور ہو گا۔ اور تو دیکھے گا کہ مولوی کیسا شور مچائیں گے۔ جب میاں کریم بخش نے کہا کہ قادیان تو ہمارے گاؤں سے قریب دو تین میل کے فاصلے پر ہے اس میں عیسیٰ کہاں ہے۔ اس کا انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یہ اللہ کا خاص فضل ہے کہ اس نے میاں کریم بخش کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس شہادت کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے لدھیانے میں مولویوں کا شور بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔''

(دیکھو نشان آسمانی صفحہ ۲۱ صفحہ ۲۹ ایڈیشن اوّل)

اسلام پر حملے

اور یہ بڑی ہی عجیب بات ہے کہ تیرھویں صدی کے آتے ہی اسلام پر دشمنوں کے حملے شروع ہو گئے اور نصف صدی گذرنے تک تو گویا مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی دوسری قومیں اسلام پر ایسی حملہ آور ہوئیں جیسے شدید فاقہ کش نہایت اعلےٰ اور مرغوب کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور بقول مولانا ابو الکلام آزاد

''۱۸۵۷ء کے انقلاب نے مسلمانوں کے ہر ایک نظم کو پارہ پارہ کر دیا اور اُن کے تمام امتیازات کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔''

(آزاد مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۵۱ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۲)

مسلمانوں کی سیاسی طاقت بھی خاک میں مل گئی تھی اور روحانی عروج پر بھی زوال آچکا تھا۔ مذہبی غیرت بھی فنا ہو چکی تھی۔ اسلام کے رد اور پیغمبر اسلام حضرت سید الاولین والآخرین خاتم النبیین ﷺ کی توہین پر مشتمل گندی اور دلآزار کتابیں ، پمفلٹ اور اشتہارات کروڑوں کی تعداد میں عیسائیوں اور آریوں وغیرہ کی طرف سے شائع ہو چکے تھے اور علمی اور فلسفیانہ رنگ میں اسلام پر ایسے ایسے اعتراضات کئے گئے تھے۔ جن کی نظیر پچھلے زمانوں میں نہیں ملتی۔ ملحد اور بے دین کرنے والے فلسفہ کا جال پھیلا دیا گیا تھا جس میں نئے تعلیم یافتہ نوجوان ہی گرفتار نہیں ہو رہے تھے بلکہ پرانی طرز کے اہل علم سمجھے جانے والے مسلمان بھی یہاں تک کہ آگرہ کی شاہی مسجد کے امام وخطیب مولوی عماد الدین صاحب سے پادری عما الدین بن گئے اور ان کے علاوہ بہت سے مولوی مثلاً قاضی صفدر علی ۔ مولوی عبدالرحمٰن ۔ مولوی نظام الدین ۔ مولوی حسام الدین بمبئی ۔ اور مولوی عبداللہ بیگ اور مولوی سید علی ۔ اور مولوی حمید اللہ خان اور مولوی کرم الدین اور مولوی رجب علی اور حارث دین اور عبداللہ آتھم وغیرہ بھی پادری بن گئے ۔ ایک طرف عیسائی پادریوں نے اور دوسری طرف آریہ پنڈتوں نے اسلام کی مخالفت میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ۔ اور جیسا کہ احادیث نبویہ میں بتایا گیا تھا کہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن جو اس کے مٹانے کے لئے تمام مادی وسائل استعمال میں لائے گا وہ صلیبی مذہب ہوگا ۔ جسے احادیث میں فتنہ دجال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور وہ فتنہ ہر جگہ اثر انداز ہوگا۔ اور آنحضرت ﷺ کو ایک کشف میں دکھایا گیا تھا کہ **المسیح الدجاّل** خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے یعنی اسلام میں نقص وخلل اور عیب وفساد ظاہر کرنے کے لئے کوشاں اور عمارتِ اسلامی کو منہدم کر دینے کا خواہاں ہے۔ پھر اس کے پیچھے **مسیح ابن مریم** کو طواف کرتے ہوئے دکھایا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اسلامی عمارت کا محافظ اور دجالی فتنہ وفساد کی اصلاح کرنے والا ہوگا۔ چنانچہ اس حدیث کی تشریح میں علامہ نواب کتب الدین خان نے بحوالہ علماء وامام الطیبی لکھا ہے:۔

> ’’یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ دجال کافر ہے اسکو طواف کعبہ سے کیا کام ہے ۔ جواب اس کا یہ دیا ہے علماء نے کہ یہ حضرتؐ کے مکاشفات میں سے ہے خواب میں تعبیر اسکی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دکھایا گیا کہ

ایک روز ہوگا کہ عیسیٰ گرد دین کے پھریں گے واسطے قائم کرنے دین کے اور درستی کرنے خلل وفساد کے اور دجال بھی پھرے گا گرد دین کے بقصد خلل اور فتنہ ڈالنے کے دین میں ۔ کذا قال الطیبیؒ''

(مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد۴ صفحہ۳۷۲)

اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از امام ملاّ علی کاری جلد ۵ صفحہ ۲۰۹، صفحہ ۲۱۹ اور مجمع البہار لعلامہ امام محمد طاہر جلد۲ صفحہ۳۲۱ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے

عیسائیت کی یلغار اسلام پر

گذشتہ صدی میں عیسائی مغربی اقوام کے دنیا پر تسلط وتفوق۔ غلبہ و اقتدار نے یورپ کے متعصب پادریوں میں اسلام کے خلاف ایک شدید جوش پیدا کر دیا تھا۔ یورپ اور امریکہ ہی نہیں تمام دنیا کے ماتحت فرزندانِ اسلام کو عیسائیت کے حلقہ بگوش اور تثلیث کا پرستار بنانے کے لئے عیسائیوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی اور جا بجا تبلیغی مشن قائم کر دئے تھے اور اپنی کامیابی اور مسلمانوں کی زبوں حالی دیکھ کر عیسائیوں کے حوصلے بہت بلند ہو چکے تھے اور وہ یقین کرنے لگے تھے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام دنیا عیسائیت کی آغوش میں آجائے گی اور اسلام کا نام دنیا سے بالکل مٹ جائے گا۔ اس کا اندازہ امریکہ کے ایک مشہور پادری مسٹر جان ہنری بیروز کے ان لیکچروں سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے جو اُس نے انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں دئے تھے۔ اُس نے عیسائیت کے عالمی اثرات کے زیر عنوان اپنے ایک لیکچر میں عیسائیت کی عظیم الشان فتوحات پر فخر کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ

''اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں ۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان میں ضوافگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورتحال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ۔ دمشق اور تہران کے شہر خداوند

یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں (یعنی حجاز میں۔ناقل) بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا۔اور بالآخر وہاں اس حق وصداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے۔''

(بیروز لیکچرز صفحہ۴۲)

عیسائیت کی اتنی ترقی اور غلبہ کو دیکھ کر اور مسلم علماء اور ائمہ مساجد اور عوام کے ارتداد اور نئے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے الحاد اور بے دینی کو ملاحظہ کر کے درمندانِ اسلام کے دل بیٹھے جا رہے تھے۔اور انہیں اس طوفان ذلالت سے کشتئ اسلام کی نجات کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالؔی مرحوم نے ۱۸۷۹ء میں اسلام کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اسلام کی غربت اور مسلمانوں کی انتہائی بے چارگی کی صحیح حالت ظاہر کرتا ہے آپ اپنی مشہور مسدس میں لکھتے ہیں ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

پھر اسلام کو ایک باغ سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں

پھر اک باغ دیکھے گا اُجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں زندگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پُھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل
چمن میں ہوا آچُکی ہے خزاں کی
پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی

صدا اَور ہے بلبلِ نغمہ خواں کی
کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

تباہی کے خواب آ رہے ہیں نظر سب
مصیبت کی ہے آنے والی سحراب

پھر آپ نے بطور مناجات اور دُعا نہایت درد انگیز اور رقت خیز نظم لکھی ہے جس میں آنخضرت ﷺ سے ان الفاظ میں اظہار مدّعا کیا گیا ہے ۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دُعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقراء ہے

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اُس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دِیا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے

فریاد ہے اے کشتیٔ اُمت کے نگہباں
بیڑہ یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اِس کے بعد دو مشہور و معروف مسلم لیڈروں کی شہادت پیش کرنا بھی مناسب خیال کرتا ہوں ۔ اور وہ ہیں ڈاکٹر اقبالؔ مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزادؔ مرحوم ۔ پہلے تو مسلم لیگ سے تعلّق رکھنے والے تھے اور دوسرے کانگرس سے ۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم مسلمانوں کی حالت یوں بیان فرماتے ہیں :- ؎

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
اُمّتی باعثِ رسوائیٔ پیغمبر ہیں

بُت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہے بُت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

رہ گئی رسمِ اذاں رُوحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

شور ہے ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

(بانگ دراصفحہ ۳۲۵-۳۲۶)

پھر آپ جاوید نامہ میں یہ ذکر کر کے کہ مغرب کے فلاسفروں نے اپنی تلبیسانہ اور مزوّرانہ منطق و فلسفہ سے دنیا کو تاریک کر دیا ہے اور امیر ہوں یا فقیر عالم ہوں یا درویش سبھی اپنا کام جھوٹ دغا اور فریب سے نکالتے ہیں۔ لکھتے ہیں ؎

عالماں از علمِ قرآں بے نیاز — صوفیاں درندہ گرگ و مُو دراز
ہم مسلمانانِ افرنگی مآب — چشمۂ کوثر بجوئیند از سراب
بے خبر از سرِّ دیں اندایں ہمہ — اہلِ کیں انداہلِ کیں اندایں ہمہ

(جاوید نامہ صفحہ ۲۴۳)

یعنی علما علمِ قرآن سے بے بہرہ ہیں اور صوفیانِ مودراز پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ اور فرنگی طبع نقال مسلمان سراب سے چشمہ کوثر کے جویاں ہیں۔ یہ سب کے سب دین کے اسرار سے بے خبر ہیں اور بڑے ہی کینہ پرور۔

اور لکھتے ہیں۔

عقلہا بے باک و دلہا بے گداز　　چشمہا بے شرم غرق اندر مجاز (صفحہ ۲۳۶)

''یعنی عقلیں بے باک ہوگئی ہیں اور دلوں میں گداز نہیں رہا۔
آنکھوں میں شرم نہیں اور مجاز میں غرق ہیں۔''

پھر مذہبی معلموں اور راہنماؤں سے متعلق جن کا عام طبقہ کے لوگوں پر اثر ہوتا ہے لکھتے ہیں؛ ؎

بے نصیب از حکمتِ دین نبی　　آسمانی تیرہ از بے کوبکی
کم نگاہ وکور ذوق و ہرزہ گرد　　ملت از قال اقول فرد فرد
مکتب و ملا و اسرار کتاب　　کور مادرزاد نورِ آفتاب

یعنی ملا دین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت سے بے نصیب ہے اس کا آسمان ستاروں کے نہ ہونے کی وجہ سے تاریک وتار ہے وہ کم نگاہ وکور ذوق اور ہرزہ گرد ہے اور اس کی فضول قال واقول نے ملت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے ہیں۔ مکتب اور اس کا ملا قرآن شریف کے اسرار سے ویسے ہی نابلد جیسے مادرزاد اندھا آفتاب کے نور سے

یہ تو ہوئی زمانہ کے عالموں۔ صوفیوں۔ دینی معلموں اور بزرگوں کی حالت۔ اب سنئے نوجوانوں کا حال جن پر قوم کے مستقبل کا دارو مدار ہوتا ہے ؎

نوجواناں تشنہ لب خالی ایاغ　　شستہ رو تاریک جاں روشن دماغ
کم نگاہ و بے یقین و ناامید　　چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید

(جاوید نامہ صفحہ ۲۳۷)

یعنی نوجوان تشنہ لب ہیں اور پیالہ خالی ہے۔ منہ تو دھلے ہوئے چمکیلے ہیں مگر روح تاریک ہے۔ دماغ روشن ہے مگر دور اندیش نہیں۔ وہ کم نگاہ بے یقین اور نااُمید ہیں۔ اُنکی آنکھ نے دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔

دوسری شہادت مولانا ابوالکلام آزاد کہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں

''آج دنیا پھر تاریک ہے۔ وہ روشنی کے لئے پھر تشنہ ہے............اور پھر اسے بھول گئی ہے۔ جس کی تلاش میں بار بار نکلی تھی۔ اس کا وہ پُرانا دُکھ جس کے علاج کے لئے خدا کے رسول نے آہ وزاری کی اور جس کو چھٹی

صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سے آخری مرہم نصیب ہوا آج پھر تازہ ہو گیا ہے۔ جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا ویسی ہی تاریکی آج تہذیب اور تمدّن کے نام سے پھیلی ہوئی ہے جبکہ اسلام اپنی غربتِ اولیٰ میں مبتلا ہے۔ اگر اُس زمانے میں دنیا میں سب سے بڑی تاریکی بُت پرستی تھی تو اس کی جگہ آج ہر طرف نفس پرستی چھا گئی ہے۔ اس وقت انسان پتھروں کے معبودوں کو پُوجتا تھا آپ خود اپنے تئیں پوجتا ہے۔ خدا کی پرستش اُس وقت بھی نہ تھی اور اس کے پوجنے والے آج بھی نہیں رہے دنیا کی کونسی بیماری ہے جو آج پھر عود کر نہیں آئی ؟ جب وہ بیمار تھی تو کیا اس کی حالت ایسی ہی نی تھی جیسی کہ آج ہے۔ پہلے وہ پتھر کی چٹان پر بیماری کی کروٹیں بدلتی ہوگی اب چاندی سونے کے پلنگ پر لیٹ کر کراہتی ہے۔ لیکن بستر کے بدل جانے سے بیمار کی حالت نہیں بدل سکتی انسان لہو ولعبِ حیات اور غرور و زخارفِ دنیوی کے نشہ سے شاید ہی کبھی اس درجہ مست ہوا ہوگا جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔ اس کی معصیت پرستی قدیمی ہے اور شیطان اس وقت سے موجود ہے جس وقت سے کہ انسان ہے تاہم معصیت کی حکومت اتنی جابر و قاہر کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔ اور شیطان کا تخت اس عظمت اور دبدبہ سے کبھی بھی زمین کی سطح پر نہ بچھایا گیا تھا جیسا کہ اب قائم و مسلّط ہے۔''

(الہلال جلد ۴ صفحہ ۱۰۳)

پس جیسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید میں ضرورتِ زمانہ کو آیت ظهر الفساد فی البرّ و البحر میں بطور دلیل پیش کیا ہے کہ خشکی اور تری یعنی عالموں اور جاہلوں اور ان لوگوں میں جن کے پاس الٰہی کتاب تھی اور جن کے پاس نہیں تھی خرابی واقع ہو چکی تھی۔ اور وہ صحیح راستہ سے اِدھر اُدھر بھٹک گئے تھے اور اکثر اُن میں مشرک اور انواع و اقسام کی تاریکیوں میں مبتلا ہیں اور خدا تعالیٰ کی یاد سے بکلی غافل ہیں۔

اوراسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ضرورتِ زمانہ کو اپنی صداقت کے لئے بطور دلیل پیش کیا تھا۔آپ نے یہود سے خطاب کرے ہوئے فرمایا:۔

''شام کو تم کہتے ہو کہ کھلا رہے گا کیونکہ آسمان لال ہے اور صبح کو یہ کہ آج آندھی چلے گی ۔ کیونکہ آسمان لال اور دھندلا ہے۔تم آسمان کی صورت میں تو تمیز کرنا جانتے ہو مگر زمانوں کی علامتوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔''

(متی ۲۔۱۶/۴)

اسی دلیل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صادق ہونا اور من جانب اللہ ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ایسے وقت میں ظاہر ہوئے جبکہ زمانہ صرف بزبانِ حال ہی نہیں بلکہ بزبانِ قال بھی پکار رہا تھا کہ اب مسیح موعود و مہدی معہود کو ظاہر ہونا چاہیئے ۔اس موقعہ پر چند اقوال بطور مثال ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا۔

(۱) کتاب ''خونِ حرمین'' کے مصنف اسلام کی تباہی و بربادی کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''خدارا ایسی بےبسی اور نازک حالت میں اپنے نام لیواؤں پر رحم کرتے ہوئے امام آخر الزمان کو جلد بھیجئے تا کہ ضعیف الایمان امت کے ایمان اور ایقان میں پھر بالیدگی کی رُوح پیدا ہو۔اور ضلالت کا فقدان ہو۔

یارسول اللہ!اب عقل اور اسباب ظاہری کا سہارا جاتا رہا۔قویٰ بے کار ہو گئے ہمتیں پست ہو گئیں ۔خونخوارانِ تثلیث نے ان کو قعرِ مذلت میں اِس طرح دھکیل دیا کہ اب پھر اُبھرنے کی صورت نظر نہیں آتی ۔ ان نبی اللہ ! بتائیے کہ شکستہ دل اور زخموں سے چُور امت اپنے دور کی دوا کہاں پائے گی اور کیونکر امامِ موعود علیہ السلام کے حضور اپنی فریاد پہنچائے گی ۔ اب دل کے زخم کی ٹپک اور سوزش ناقابل اظہار ہے۔''

(۲)اسی طرح ایک مولوی شکیل احمد سہسوانی ۱۳۰۹ہجری مطابق ۱۸۹۲ء میں اہلِ اسلام کی خطرناک حالت سے خائف و دہشت زدہ ہو کر

مسلمانوں اور اسلام کا نقشہ کھینچتے ہوئے خدا کے حضور عرض کرتا ہے ؎

دینِ احمدؐ کا زمانہ سے مٹا جاتا ہے نام
قہر ہے اے میرے اللہ! یہ ہوتا ہے کیا
کس لئے مہدیٔ برحق نہیں ظاہر ہوتے
دیرِ عیسیٰ کے اُترنے میں خدایا کیا ہے
عالم الغیب ہے آئینہ ہے تجھ پر سب حال
کیا کہوں ملّتِ اسلام کا نقشہ کیا ہے
رات دن فتنوں کی بوچھاڑ ہے بارش کی طرح
گر نہ ہو تیری صیانت تو ٹھکانا کیا ہے

(الحق الصریح فی حیاۃ المسیح صفحہ ۱۳۳ مؤلفہ مولوی محمد بشیر سہسوانی ۱۳۰۹)

(۳) اور ابوالخیر نواب نورالحسن خان ابن نواب مولوی صدیق حسن خان نے ''اقتراب الساعۃ'' میں چودھویں صدی کے پہلے چھ برس میں ظہور مہدی کی تمنّا کی ہے۔

(دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۲۲۱)

اور اس کتاب کے صفحہ ۲۳۳ میں یہ ذکر کہ صحیحین بخاری اور مسلم میں نزول مسیح کا بیان آیا ہے لکھتے ہیں:-

''اگر یہ بات ٹھہری کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی مہدی ہوں گے تو بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں۔ فقط اتنی بات ہے کہ احادیث ظہور مہدی علیہ السلام بلا کسی وجہ وجیہ کے اسقط اور ساقط ہوتی ہیں یہی سہی کہیں حضرت ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام ہی جلد رونق بخش ہوں گے اگر مہدی نہیں آتے تو نہ آویں ؎

بَلا سے کوئی ادا انکی بدنما ہو جائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا
مدد کرا ے اثرِ بے کسی و تنہائی
ہے آج لشکرِ غم سے مقابلہ دل کا
زیادہ مت دلِ مضطر کو بے قرار کرو

زمیں نہ لوٹ دے اِک دن یہ زلزلہ دل کا

(۴) چوہدری محمد حسین ایم ۔ اے کاشف مغالطہ قادیانی صفحہ ۳۵ میں لکھتے ہیں :-

''یا رب ہمیں اتنی لمبی عمر دے کہ ہم اس رحمتہ العالمین کے نائب کا زمانہ دیکھیں ۔ یا رب ہم پر رحم فرما اور اسے ابھی بھیج ۔ اگر یہ وقت اس کے ظہور کا نہیں تو اور کون سا ہوگا ۔

بیا بیا کہ نسیمِ بہار مے گذرد

بیا کہ گل زرخت شرمسارے گذرد

بیا کہ فصل بہاراست موسم شادی

مدار منتظرم روزگار مے گذرد

(۵) اسی طرح شیعہ حضرات نے خروجِ مہدی کے اشیاق میں کہا ہے :-

بیا اے امامِ صداقت شعار — کہ بگذشت از حدِ غم انتظار

زردئے ہمایوں بیفگن حجاب — عیاں ساز رخسار چوں آفتاب

بروں آید از منزلِ انتفا — نمایاں کن آثارِ مہر و وفا

(غائیتہ المقصود صفحہ ۸۴)

(۶) ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں :-

یہ دَور اپنے براہیم کہ تلاش میں ہے

صنم کدہ ہے جہاں لاالٰہ الّا اللّٰہ

(۷) یورپ کے محقق عیسائی بھی مسیح کی ضرورت محسوس کرنے لگے ۔ چنانچہ مشہور پروفیسر میکنزی اپنی کتاب انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی میں لکھتے ہیں :-

''کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراج کمال تک نہیں پہنچ سکتی......... ہمیں معلّم بھی چاہیئے اور پیغمبر بھی........... غالباً ہمیں ایک مسیح کی ضرورت ہے ۔''

(اقبال نامہ صفحہ ۴۶۲، صفحہ ۴۶۳ مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم ۔ اے شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

(۷) پھر وہ تمام لوگ جو حالتِ زمانہ اور مقتضائے وقت کو دیکھ کر یہ چاہ رہے تھے

کہ ع مردے از غیب بروں آید وکارے بکند وہ یہ خواہش بھی رکھتے تھے کہ آنے والا خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے تربیت یافتہ اور اُس کا مامور ہو وہ سمجھتے تھے کہ صرف عقلی موشگافیوں اور انسانی کوششوں سے اقامت دین اور اصلاح امت کا کام ہرگز نہیں ہوسکتا چنانچہ ان کی اس دبی ہوئی خواہش کا ذکر مولوی مودودی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے؛

''اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک کے لئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصور کمال کا مجسمہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجراء نبوت کا نام بھی لے دے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ مگر اندر سے ان کے دل اک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں۔''

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۴۔۶)

پس زمانہ مسیح ومہدی کے ظہور کا مقتضی تھا اور یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ اللہ تعالی بیماری تو پیدا ہونے دے اور اس کے علاج کی کوئی صورت پیدا نہ کرے۔ تاریکی کو پھیلنے دے مگر اس کے دور کرنے کے لئے نور نازل نہ فرمائے۔ تشنگیٔ جاں سوز سے مخلوق کو تڑپتے تو دیکھے لیکن خوشگوار اور حیات بخش نہر جاری نہ فرمائے۔ بقول ڈاکٹر اقبال علماء تک روحانی لحاظ سے اندھے ہو جائیں لیکن انہیں آنکھیں بخشنے کے لئے کوئی مسیحا نہ بھیجے۔ قسم ہے اس کے تقدس و جلال کی کہ وہ رحمان ورحیم علیم وحکیم خبیر وبصیر خدا ایسا کبھی نہیں کرتا کہ زہر تو پھیلنے دے لیکن اس کے لئے تریاق پیدا نہ کرے۔ اُس نے اپنی عادتِ قدیم وسنت مستمرہ کے مطابق زمانے کی ضرورتوں اور بیماریوں پر نظر فرما کر طبیب حاذق بھیج دیا۔ اب قصور ہے تو اس بیمار کا جو اپنی بیماری کا اقرار کرنے کے باوجود خدا کے بھیجے ہوئے طبیب کی روح پرور باتوں کو ہذیان بتائے۔

اے سننے والو! سنو کہ وہ موعود مسیح و امام مہدی پیشگوئیوں کے مطابق تیرھویں صدری ہجری میں پیدا ہوا اور اس نے ۱۲۹۰ھ ہجری میں مکالمہ مخاطبہ الہیہ کا شرف پایا اور چودھویں صدی کے آغاز ۱۳۰۷ھ ہجری میں مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا اور

مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ اعلان فرمایا؛

''اے مسلمانوں! اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرتِ الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آ گیا ہے اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبے نے اس کے بنیاد ڈالی ہے بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا۔ قریب تھا کہ تم پہلے کسی مہلک گڑھے میں جا گرتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھا لیا۔ سو شکر کرو اور خوشی سے اُچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آ گیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں کے کون سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی پرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جس میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو۔ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف سے نور بھیجتا ہے۔ کیا تم ملخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھکر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے۔ افسوس! کہ تم دنیا کے ظاہری قانون قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اس روحانی قانون قدرت سے جو اس کا ہم شکل ہے بکلی بے خبر ہو۔''

(روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵ بحوالہ ازالہ اوہام)

اور وہ مسلمان لیڈر جو یورپ کے فلسفہ سے متاثر ہو کر اور مذہب پر علوم جدیدہ کے حملے مشاہدہ کر کے اور علمائے یورپ کے قرآن مجید پر انتقادی ابحاث اور اعتراضات سے مرعوب ہو کر اسلام عقائد اور قرآن مجید کی دور از کار تاویلیں کر کے انہیں ایسے رنگ میں پیش کر رہے تھے کہ گویا ان میں اور فلسفہ مغرب میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ جیسا کہ سر سید مرحوم نے دعا کی تاثیر اور ملائکہ کے خارجی وجود سے انکار کر دیا۔ اور انبیاء کی وحی کو خود انہیں کا نفسی کلام قرار دیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے خیالات کو دلیل اور ذاتی مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر رد کرتے ہوئے فرمایا؛

''اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار اُن کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی روح سے میں کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں بھی ثابت کرے گا۔ اسلام کی سلطنتوں کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی ہے تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کر دے کہ کالعدم کر دیوے۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵)

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب وہ موعود مسیح و امام مہدی پیشگوئیوں کے مطابق عین چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو گیا تو جیسا کہ آیت وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ میں یہود کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ پہلے تو ایک نبی مثیل موسیٰ کی آمد کے انتظار میں تھے اور کہا کرتے تھے کہ اُس نبی کے ذریعہ سے ہم دوسروں پر فتح حاصل کریں گے مگر جب وہ نبی وعدے کے مطابق آ گیا تو اُس کے منکر ہو گئے کیونکہ وہ اُن کی خواہشات کے مطابق بنی اسرائیل میں سے نہیں

آیا بلکہ بنی اسماعیل میں سے ظاہر ہوا تھا۔ اسی طرح اس زمانے میں بھی جب خدائی وعدے کے مطابق مسیح موعود ظاہر ہوا تو علماء نے جو اس کے منتظر تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس کے ذریعہ سے اسلام دوسرے مذاہب پر غالب آجائیگا اس پر کفر کے فتوے لگائے اور اس وجہ سے اس کے منکر ہو گئے کہ وہ نبی اسرائیل میں سے ظاہر نہیں ہوا بلکہ اُمت محمدیہ میں سے ظاہر ہوا ہے۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم

اور آنحضرت ﷺ کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو ان الفاظ میں کی گئی تھی کہ اے مسلمانوں! تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہونگے یعنی اس وقت تمہاری حالت ویسی ہی ہوگی جیسی مسیح ابن مریم کے مبعوث ہونے کے وقت یہودیوں کی تھی. کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب آخری زمانے میں مسلمان اپنی اخلاقی۔ عملی اور ایمانی حالت میں یہود و نصاریٰ سے مشابہ ہو جائیں گے اور اپنی امتیازی اسلامی حالت پر قائم نہیں رہیں گے۔ ایک گروہ اُن میں سے یہود کے نقش قدم پر ہوگا اور ایک گروہ عیسائیت کی پیروی اختیار کرے گا۔ اور یہود اور نصاریٰ کی عادات و خیالات اور اُن کی لباس و طرز معاشرت سے متاثر ہوگا تو اس وقت ان کی اصلاح کے لئے بھی انہیں میں سے ایک مسیح ابن مریم بھیجا جائے گا جو پہلے مسیح ابن مریم سے مماثلت رکھتا ہو گا۔ یعنی جیسے یہود سے مماثلت اختیار کرنے والے امت محمدیہ میں سے ہونگے اور نصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے والے بھی اسی امت میں سے۔ اسی طرح ان کی اصلاح کرنے والا مسیح ابن مریم بھی اسی امت محمدیہ ہی کا ایک فرد ہوگا۔ اور اس کے لئے نزول کا لفظ اسی وجہ سے اختیار فرمایا گیا ہے کہ اس کا آنا نعمت کے طور پر تھا اور وہ آسمانی برکتوں اور نور کا حامل تھا جیسے آنحضرت ﷺ کے لئے آیت قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَسُوْلًا یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیَاتِ اللّٰه اور رزق کیلئے آیت و انزل لکم من السماء رزقاً میں اور آیت و انزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج میں آٹھ قسم کے چارپایوں کے لئے نزول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور احادیث نبویہ میں افراد امت محمدیہ کے یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنے اور ان کی طرح مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جانے کی پیشگوئیاں موجود ہیں اور وہ ہمارے زمانے

میں بلفظہا پوری ہوگئی ہیں ۔ یعنی مسلمان بھی یہود اور نصاریٰ کی طرح بہت سے فرقوں میں تقسیم ہوگئے ہیں ۔ اور ایک فرقے نے دوسرے فرقے کو ہزاروں بار کافر و مرتد کے خطاب سے نوازا ہے۔

چنانچہ ۱۹۵۳ء کے فسادات کی تحقیقاتی عدالت میں جب کفر کے وہ مطبوعہ فتوے پیش ہوئے جو مسلمان فرقوں نے ایک دوسرے کے خلاف دیئے ہیں تو فاضل ججوں نے ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا؛

> ''شیعوں کے نزدیک تمام سنی کافر ہیں ۔ اور اہل قرآن یعنی وہ لوگ جو حدیث کو معتبر نہیں سمجھتے اور واجب التعمیل نہیں مانتے متفقہ طور پر کافر ہیں ۔ اور یہی حال آزاد مفکرین کا ہے اس تمام بحث کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ شیعہ ۔ سُنی ۔ دیو بندی اہل حدیث اور بریلوی لوگوں میں سے کوئی بھی مسلم نہیں ۔''

(رپورٹ اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۶)

مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے اپنے مسدس میں مسلمانوں کی حالت اس طرح بیان کی ہے ؎

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر
تو مبعوث ہم میں بھی ہوتا پیمبر

تو ہے جیسے مذکور قرآں کے اندر
ضلالت یہود و نصاریٰ کی اکثر

یونہی جو کتاب اس پیمبر پہ آتی
وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

اور ڈاکٹر اقبال مسلمانوں کی حالت سے متعلق یہ کہتے ہیں ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور رسالہ ''المنبر'' لائکپور ۲۴ دسمبر ۱۹۶۴ء میں ایک نظم شائع ہوئی ہے جس کے دو شعر

یہ ہیں۔

خلقِ خدا سے پیار نہ خالق سے واسطہ

اس درجہ گر گئے ہیں مقامِ بشر سے ہم

ہیں شکل میں نصاریٰ تو کردار میں یہود

کس دل سے پیار کرتے ہیں خیرالبشر سے ہم

پس جب مسلمانوں کی حالت یہود و نصاریٰ کی طرح ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مرحومہ پر رحم فرما کر عین ضرورت کے وقت انہیں میں سے ایک خاص بندے کو مسیح ابن مریم بنا کر بھیج دیا جس کا نام نامی اسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

اماما مھدیا

آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ **اماماً مھدیاً** کہ وہ امام مہدی ہوگا۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱) اور اسی طرح آپؐ نے فرمایا۔ **لامھدی الاعیسی ابن مریم**۔ (ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۵۷) یعنی المہدی عیسیٰ ابن مریم ہوں گے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے مہدی کے لئے تمام مسلمان ’امام مہدی‘‘ کے الفاظ لکھتے اور بولتے رہے ہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی **اماماً مھدیاً** کے الفاظ صرف مسیح موعود کے ہی لئے استعمال فرمائے ہیں کسی اور کے لئے ہرگز نہیں اور آنے والے مسیح کو امام مہدی قرار دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اُس زمانے میں صرف وہی ایک امام ہوں گے جو خدا تعالیٰ سے براہ راست ہدایت پائیں گے اور اُن کی کل علمی اور عقلی تکمیل بلاواسطہ کسی استاد کے ہوگی اور اس زمانہ میں مسلمانوں کا کوئی اور امام نہ ہوگا۔ چنانچہ جس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تھا اُس وقت مسلمان علماء کی جو حالت تھی اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل حوالہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

ابوالخیر نواب مولوی نورالحسن خان ابن نواب مولوی صدیق حسن خان جنہوں نے درحقیقت اپنے والد کے خیالات وافکار کی ترجمانی کی ہے مسلمان علماء کی حالت ۱۳۰۰ھ ہجری میں یہ بیان کرتے ہیں:-

’’یہ بڑے بڑے فقیہ ۔ بڑے بڑے مدرس۔ یہ بڑے بڑے درویش جو ڈنکا دینداری اور خدا پرستی کا بجا رہے ہیں۔ ردّ حق تائید باطل ۔تقلید مذہب۔تقلید مشرب میں مخدوم عوام کا لانعام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید اور ابلیس کے شاگرد ہیں۔ چیدیں شکل از برائے اکل ان کی دوستی دشمنی ان کے باہم ردّ و کد صرف اسی حسد اور کینے کے لئے ہے نہ کہ خدا کے لئے۔ نہ امام کے لئے نہ رسول کے لئے۔‘‘

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۸ مطبوعہ بنارس ۱۳۰۱ھ)

اور صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں:۔

’’نفی شرک و بدعت ،منع تقلید کے پیچھے مولویوں میں رات اور دن قصّہ بکھیڑا رہتا ہے۔ایک دوسرے کو کافر بتاتا ہے۔حق کو باطل اور باطل کو حق ٹھہراتا ہے۔اور یہی فتنہ سببِ اعظم ہے غربتِ اسلام اور قرب قیامت کا۔‘‘

اور صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں:۔

’’اِس وقت نہ کوئی جماعت مسلمین ہے نہ کوئی امام۔کنارہ کشی کا زمانہ ہے۔‘‘

ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لوگوں کا امام بنا کر مبعوث فرمایا۔ ایسا امام جسے اس نے بلا واسطہ معارف وحقائق قرآنیہ کا علم بخشا۔حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’سو آنے والے کا نام جو مھدی رکھا گیا سو اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علمِ دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سومَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں میرا یہی حال ہے۔ اور کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسّر یا محدّث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ پس یہی مہدویت ہے جو نبوت کے منہاج پر مجھے حاصل

ہوئی ہے اور اسرار دین بلا واسطہ میرے پر کھولے گئے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۲۹۴ بحوالہ ازالہ اوہام)

اور فرماتے ہیں:-

’’براہین سے لے کر آج تک جس قدر متفرق کتابوں میں اسرار اور نکاتِ دینی خدا تعالیٰ نے میری زبان پر باوجود نہ ہونے کسی استاد کے جاری کئے ہیں اور جس قدر مَیں نے اپنی عربیت میں باوجود نہ پڑھنے علمِ ادب کے بلاغت اور فصاحت کا نمونہ دکھایا ہے اُس کی نظیر اگر موجود ہو تو کوئی صاحب پیش کریں۔ اور اگر نہ دکھلا سکیں تو یہ امر ثابت ہے کہ محمدی برکتیں اس زمانے میں خارق عادت کے طور پر مجھ کو عطا کی گئی ہیں۔ جن کے رو سے مہدی معہود ہونا میرا لازم آتا ہے کیونکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے بغیر انسانی توسط کے نہ تمام برکتیں آنحضرت ﷺ کو عنایت فرمائیں جن کی وجہ سے آپؐ کا نام مہدی ہوا یعنی آپؐ کو بلا واسطہ کسی انسان کے محض خدا کی ہدایت نے یہ کمال بخشا۔ ایسا یہ بغیر انسانی توسط کے یہ رُوحانی برکتیں مجھ کو عطا کی گئیں اور یہی مہدی کی نشانی اور حقیقت مہدویت ہے......... مَیں خدا کی طرف سے علم پا کر اس بات کو جانتا ہوں کہ دنیا کی مشکلات کے لئے جو میری دُعائیں قبول ہوسکتی ہیں دوسروں کی ہرگز نہیں ہوسکتیں اور جو دینی اور قرآنی حقائق و معارف اور اسرار معہ لوازم بلاغت و فصاحت کے میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہرگز نہیں لکھ سکتا ایک دنیا جمع ہو کر میرے اس امتحان کیلئے آوے تو مجھے غالب پاوے گی اور اگر تمام لوگ میرے مقابل پر اُٹھیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا ہی پلہ بھاری ہوگا۔ دیکھو میں صاف صاف کہتا ہوں اور کھول کر کہتا ہوں کہ اس وقت اے مسلمانوں! تم میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو مفسر اور محدث کہلاتے ہیں اور قرآن کے حقائق و معارف جاننے کے مدعی ہیں اور بلاغت اور فصاحت کا دم مارتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی موجود ہیں جو فقراء کہلاتے

ہیں اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی وغیرہ ناموں سے اپنے تئیں موسوم کرتے ہیں۔ اُٹھو اور اس وقت ان کو میرے مقابلہ پر لاؤ۔ پس اگر میں اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہوں کہ یہ دونوں شانیں یعنی شانِ عیسوی اور شان محمدی مجھ میں جمع ہیں اگر میں وہ نہیں ہوں جس میں یہ دونوں شانیں جمع ہوں گی۔ اور ذوالبروزین ہوگا تو میں اس مقابلہ میں مغلوب ہو جاؤں گا ورنہ گالب آجاؤں گا۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۴ بحوالہ ایام الصلح صفحہ ۴۰۶، ۴۰۷)

اسی طرح حضور اقدس علیہ السلام اربعین میں فرماتے ہیں؛

''اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں میرا کوئی ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔'' (اربعین صفحہ ۳، ۴)

آپ نے قرآنی حقائق و معارف بیان کرنے میں علمائے اسلام کو مقابلے کی بار بار دعوت دی مگر کسی کو طاقت نہ ہوئی کہ وہ مردِ میدان بن کر آپ کے مقابلہ کیلئے نکلتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے **لا یمسّہ الّا المطّھرون** یعنی قرآن مجید کے حقائق و معارف انہی لوگوں پر کھلتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پاک کئے جاتے ہیں۔ پس آپ کی روحانی تربیت اور علمی اور عملی تکمیل کا بلا واسطہ ہونا اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپ ہی مسیح موعود اور امام مہدی ہیں اور اپنے دعویٰ میں صادق اور منجانب اللہ ہیں۔

حَکَمًا عَدَلًا

تیسری دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صادق اور منجانب اللہ ہونے کی آپ کا حکم اور عدل ہونا ہے۔ حکم عدل کے الفاظ میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس وقت ملت اسلامیہ میں وحدت نہ ہوگی اور مسلمانوں میں اس قدر شدید اختلاف اور تفرقہ اور انشقاق پیدا ہو چکا ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن جائیں گے اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی **لیاتین علیٰ اُمتی ما اتیٰ علیٰ بنی اسرائیل حذوًا بحذوٍ** کے لفظاً و معناً مصداق ہو جائیں گے اور ان کی اصلاح کے لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوگا وہ اُسی سے ہدایت یافتہ امام ہوگا اور وہ اُن کے اختلافات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا۔ اور

عدلًا کے لفظ میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہیکہ اس کے فیصلوں کا انکار کیا جائے گا۔ بحالیکہ اُسکا فیصلہ ہی صحیح اور درست ہو گا چنانچہ حضرت اقدس نے ان اختلافی امور کا جو امتِ مسلمہ کے درمیان پائے جاتے تھے فیصلہ فرمایا۔

(۱) آپ روایات کو اختلاف اور افتراق کا باعث قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں؛

” افتر قت الامة تشاجرت الملة فمنهم حنبلی و شافعی و مالکی و حنفی و حذب من المتشیعین. الخ

یعنی امت فرقوں میں بٹ چکی ہے اور اہل ملت آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی حنبلی ہے کوئی شافعی ہے اور کوئی مالکی ہے اور کوئی حنفی اور ایک گروہ شیعوں کا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ تعلیم تو ایک ہی تھی مگر بعد میں آنے والے گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ اور ان کی حالت یہ ہے کہ ہر ایک ان میں سے اس پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے اور ہر فرقہ نے اپنے مذہب کے لئے ایک قلعہ بنایا ہے۔ جس سے وہ نکلنا نہیں چاہتا خواہ دوسرا اس سے صورت میں اچھا ہی کیوں نہ ہو۔

فارسلنی الله لا ستخلص الصیا صی واستدنی القاصی وانذر العاصی و یر تفع الاختلاف و یکون القرآن مالک النواصی قبلة الدین. (آئینہ کمالات اسلام)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا میں انہیں ان قلعوں سے نکالوں اور دور شخص کو قریب لاؤں اور گنہگاروں کو ڈراؤں۔ تا اختلاف دور ہو جائے۔ اور قرآن کریم کی سرداری تسلیم کی جائے۔ اور دین کا قبلہ اسی کو قرار دیا جائے۔“

جیسا کہ اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے باوجود تعلیم ایک ہونے کے اُمت محمدیہ میں روایات کی وجہ سے جو اختلاف پیدا ہوئے تھے اور امت اُن کی وجہ سے مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اُن اختلافات کو مٹانے کے لئے یہ فیصلہ فرمایا کہ قرآن مجید کو ہر دینی بات میں حکم قرار دیا جائے اور جو بات قرآن مجید سے ثابت ہو وہ لے لی

جائے کیونکہ وہ کدا کا کلام ہے اور اس کے مخالف جو قول بھی ہو اُسے رد کر دیا جائے۔

(۲) شیعوں اور سنیوں کے درمیان مسئلہ خلافت میں جھگڑا پایا جاتا تھا۔ اُس میں آپ نے سنیوں کو حق پر قرار دیا۔ پھر خوارج اور شیعہ میں سے خوارج کو باطل پر اور شیعوں کو ان معنوں میں حق پر بتایا کہ حضرت علیؓ واقعی خلیفہ برحق تھے۔ اور آپ نے اُن کے خلیفہ چہارم ہونے کی تائید میں دلائل دیتے ہوئے یہ فرمایا؛

" والحق ان الحق کان مع المرتضیٰ ومن قاتله فی وقته فقد بغیٰ و طغیٰ.

اور حق بات یہ ہے کہ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰؓ حق پر تھے اور آپ کے عہد خلافت میں جس نے آپ سے جنگ کی اس نے حد سے تجاوز کیا۔

(۳) اسی طرح آپ نے اہل حدیث اور منکرین حدیث میں جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں یہ فیصلہ دیا کہ سب سے اوّل اور مقدم ذریعہ ہدایت کا قرآن مجید ہے اور دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے وہ سُنّت ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی عملی کارروائیاں جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کے لئے دکھلائیں۔ اور تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے۔ کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں اور حدیث قرآن کی خادم اور سنّت کی خادم ہے۔

قرآن خدا کا قول ہے اور پھر سنّت ہے رسولؐ اللہ کا فعل۔ اور حدیث سنّت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ حدیث قرآن پر قاضی نہیں ہوسکتی کیونکہ جو ظنّی مرتبہ پر ہے وہ قرآن کی جو یقینی مرتبہ پر ہے ہرگز قاضی نہیں ہوسکتی۔

قرآن اور سنّت نے اصل کام سب کو دکھلایا ہے۔ حدیث قرآن اور سنّت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ پس حدیث بشرط عدم تعارضِ قرآن و سنّت تمسک کے لائق ہے اور بہت سے اسلامی مسائل کا ذخیرہ اُس کے اندر موجود ہے۔ پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کو کاٹ دینا ہے۔ ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہے جو قرآن اور سنّت کے نقیض ہو اور نیز اس حدیث کے نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی۔

بہرحال احادیث کی قدر کرنی چاہیئے اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے کہ وہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ اور جب تک قرآن اور سُنّت اُن کی تکذیب نہ کریں اُن کی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہئے کہ احادیثِ نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترکِ فعل۔ مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن کے بیان قصص کے صریح مخالف ہے تو اس کی تطبیق کے لئے فکر کرو۔ شاید وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہے۔ اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہو مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کر لو کیونکہ قرآن اس کا مصدق ہے۔ اور اگر کوئی حدیث ایسی ہے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور ہمارے زمانے میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثوں اور راویوں کو مخطی خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے ایسی حدیثیں صدہا ہیں جن میں پیشگوئیاں ہیں اور اکثر اُن میں سے محدثین کے نزدیک مجروح یا موضوع یا ضعیف ہیں۔ پس اگر کوئی حدیث اُن میں سے پوری ہو جائے۔ اور تم یہ کہہ کر ٹال دو کہ ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یا کوئی راوی اس کا متدین نہیں تو اس صورت میں تمہاری خود بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو رد کر دو جس کا سچا ہونا خدا تعالیٰ نے ظاہر کر دیا۔

(کشتی نوح صفحہ ۸۰-۸۱)

پس وہ لوگ جو حدیث کو قرآن پر قاضی بناتے اور حدیث کے ذریعہ آیات قرآنیہ کو منسوخ قرار دیتے ہیں غلطی پر ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جو عام طور پر احادیث کو ظنّیات کا ذخیرہ سمجھ کر انہیں غیر معتبر سمجھتے ہیں۔ اُن میں سے ایک افراط کا مرتکب ہے اور دوسرا تفریط کا۔ اور قرآن و حدیث کے مرتبہ کے بارے میں صحیح فیصلہ وہی ہے جو خدا تعالیٰ کے مرسل مسیح موعود حکم وعدل نے دیا ہے۔

حیات وفات مسیح

(۴) اسی طرح اُمت محمدیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات کے مسئلہ

میں اختلاف پایا جاتا تھا۔صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد حضرت امام مالکؒ اور امام ابن حزم اور امام بخاری وغیرہ کا یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں۔لیکن دوسرے علماء اُن کی حیات کے قائل تھے۔آپ نے بحیثیت حکم وعدل فیصلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر رسولوں کی طرح وفات پا چکے ہیں۔

نزولِ مسیح

(۵)اسی طرح امت محمدیہ میں نزولِ مسیح سے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا تھا۔ایک گروہ تو ان کے آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ ہونے اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہونے کا قائل تھا یہ آسمان سے اُترنے کا جیسا کہ امام سراج الدین ابن الوردی اپنی کتاب حریدۃ العجائب وفریدۃ الرغائب کے صفحہ۲۱۴ میں لکھتے ہیں:۔

وقالت فرقة من نزول عیسیٰ خروج رجل یشبه عیسیٰ فی الفضل و الشرف کما یقال للرجل الخیر ملک و للشیر شیطان تشبیها بهما ولا یراد الاعیان.

ایک گروہ نے نزول عیسیٰ سے ایک ایسے شخص کا ظہور مراد لیا ہے جو فضل اور شرف میں عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہوگا۔جیسے تشبیہ دینے کے لئے نیک آدمی کو فرشتہ اور شریر کو شیطان کہہ دیتے ہیں۔مگر اس سے مراد فرشتہ یا شیطان کی ذات نہیں ہوتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جنہیں آنحضرت ﷺ نے حکم وعدل قرار دیا دوسرے گروہ کے عقیدہ کو درست قرار دیا۔اور فرمایا کہ چونکہ قرآن کریم کی آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ اسرائیلی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو وفات پا جائیں وہ اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے اس لئے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بذاتہٖ امت محمدیہ میں آنے کا خیال درست نہیں اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی دوبارہ نزول ابن مریم سے مراد یہی ہے کہ امت محمدیہ میں ایک شخص مسیح ابن مریم سے کمال مشابہت رکھنے والا ظاہر ہوگا اور مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن

مریم کہلائے گا۔ ہر زبان اور عربی زبان میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں کہ مشابہت کی وجہ سے ایک چیز کا نام دوسری چیز کو دے دیا جاتا ہے اور صریح اور کمال مشابہت کی وجہ سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دے دینا کلام کی خوبی شمار کیا جاتا ہے اور جب دو چیزوں میں کامل تشابہ بیان کرنا مقصود ہو تو حرف حذف کر دیا جاتا ہے ۔ مثلاً جب کسی شخص کو جرأت میں شیر کے ساتھ کمال مشابہت ظاہر کرنا مقصود ہو تو وہ کہے گا رأیتُ اَسَدًا میں نے شیر دیکھا اور شیر سے مراد بہادر شخص ہوگا۔اور ایک نہایت اچھے اور فصیح و بلیغ کلام کرنے والے سے متعلق کہا جاتا ہے۔ اِنَّمَا یَنْظِمُ دُرًّا کہ وہ تو موتی پروتا ہے۔اسی قاعدہ کے مطابق علامہ عبیداللہ بن مسعود الحنفی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے؛

’’کا ستعارة اسم ابی حنیفةؒ لرجل عالمٍ نقیهٍ مُتَّقٍ‘‘

(التوضیح صفحہ ۱۸۴)

یعنی ایک عالم فقیہ متقی شخص کو استعارہ کے طور پر ابو حنیفہ کہا جاتا ہے۔

اور علامہ زمخشری اپنی تفسیر القرآن کشاف میں آیت ھٰذا الذی رزقنا من قبل کی تفسیر میں لکھتے ہیں؛

’’ وھٰذا کقولک ابو یوسف ابو حنیفة ترید لا ستحکام للشبه کأن ذاته ذاته‘‘ (تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۰۲)

اہل جنت کے رزق جنت سے متعلق ھٰذا الذی رزقنا من قبل کہنے کی مثال ایسی ہے جیسے تم کہتے ہو کہ ابو یوسف ابو حنیفہ ہیں۔ اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ان دونوں کے درمیان مستحکم مشابہت کی وجہ سے گویا ابو یوسف کی ذات ابو حنیفہ کی ذات ہے اور اس لئے ابو یوسف کہنے کی بجائے ابو حنیفہ کہہ کر مراد ابو یوسف لی جاتی ہے۔

اسی طرح لِکُلِّ فرعون موسیٰ اور لِکُلِّ دجّالٍ عیسیٰ میں موسیٰ اور عیسیٰ سے مثیل موسیٰ اور مثیل عیسےٰ مراد ہوتے ہیں۔ پس آحادیث میں آنے والے مسیح کا نام ابن مریم یہ ظاہر کرنے کے لئے رکھا گیا ہے کہ مسیح محمدی اور مسیح موسوی میں اس قدر شدید مشابہت ہوگی کہ گویا مسیح محمدی کی ذات مسیح موسوی ہی کی ذات ہے۔ اس لئے اسے ابن مریم کا نام دیا

گیا اور حدیث اَلَّا مَرْیَمَ وَ ابنھَاعِیسیٰ کی شرح میں علاّ مہ زمخشری لکھتے ہیں کہ:-

''اس حدیث میں مریم اور ابن مریم سے مراد ہر وہ شخص مراد ہے جو عیسیٰ اور مریم کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو۔''

(کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۱۲)

اِسی طرح امام عبدالرؤف المنادی نے اپنی کتاب التیسیر شرح الجامع الصغیر میں اسی حدیث کی تشریح اسی طرح کی ہو:-

''المراد ھماو من فی معناھما''

(التیسیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

یعنی آنحضرت ﷺ کے فرمان اِلَّا مَرْیَمَ وَ ابنھَاعیسیٰ میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ سے مراد وہ سب لوگ بھی ہیں جو ان کے مثیل ہوں۔

گویا آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں ان تمام لوگوں کو جو حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کے مقام پر فائز ہوں یا اُن سے مماثلت رکھتے ہوں مریم اور ابن مریم کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مریم اور ابن مریم اور مسیحؑ اور عیسیٰ کے نام وصفی خاصیت رکھتے ہیں۔اور بزرگانِ امتِ محمدیہ نے بھی ایسے نام اپنی نسبت استعمال کئے ہیں۔ابوسعید مولوی محمد حسین بٹالوی براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے حضرت بانی جماعت احمدیہ کہ الہام یامریم اسکن انت و زوجک الجنّة کے متعلق جس میں آپ کو مریم کے نام سے خطاب کیا گیا تھا لکھتے ہیں:-

''اس الہام میں لفظ مریم سے مؤلف مراد ہے جس کو ایک روحانی مناسبت کے سبب سے مریم سے تشبیہ دی گئی ہے وہ مناسبت یہ ہے کہ جیسے حضرت مریم علیہا السلام بلاشوہر کے حاملہ ہوئی ہیں چنانچہ ظاہر قرآن کی دلالت ہے اور انجیل میں تو اس پر صاف تصریح ہے ایسے ہی مؤلف براہین بلا تربیت وصحبت کسی پیر فقیر ولی مرشد کے ربوبیتِ غیبی سے تربیت پا کر موردِ الہاماتِ غیبیہ وعلومِ لدنیہ ہوئے ہیں۔اس تشبیہ کی ایک ادنیٰ مثال

نظامی کا یہ شعر ہے۔جس میں انہوں نے اپنی طبیعت کو مریم سے تشبیہ دی ہے

ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زن است
کہ مریم صفت بکر آلستن است

اس صورت میں مریم کا خطاب یہ صیغہ تذکیر محلِ اعتراض نہیں اور اس کے لئے زوج کا اثبات بھی مستبعد نہیں اور یہاں تو زوج سے مؤلف کی اتباع ورفقاء مراد ہیں۔

(ریویو براہین احمدیہ صفحہ ۲۸۰ مندرجہ اشاعت السنہ نمبر ۹ جلد ۷)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نزول مسیح سے متعلق مسلمانوں کی غلطی واضح کرنے کے لئے اُن کے سامنے یہود کی مثال پیش کی کہ:۔

’’جیسے تم حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے منتظر ہو یہود بھی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ مسیح تب آئے گا جب پہلے الیاس نبی جو کہ آسمان پر اُٹھایا گیا تھا دوبارہ دنیا میں آجائے گا۔ اور جو شخص الیاس کے دوبارہ آنے سے پہلے مسیح ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور وہ نہ صرف احادیث کی رو سے ایسا خیال کرتے تھے بلکہ خدا کی کتاب کو جو صحیفہ ملا کی نبی ہے اس ثبوت میں پیش کرتے تھے ۔لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نسبت یہودیوں کے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا اور الیاس آسمان سے نہ اُترا جو اس دعویٰ کی شرط تھی تو یہ تمام عقیدے یہودیوں کے باطل ثابت ہو گئے اور وہ جو یہودیوں کے خیال میں تھا کہ ایلیا نبی بجسدہ العنصری آسمان سے نازل ہوگا اس کے آخر کار یہ معنے کھلے کہ الیاس کی خو اور طبیعت پر کوئی دوسرا شخص ظاہر ہو جائے گا اور یہ معنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود بیان فرمائے جن کو دوبارہ آسمان سے اتار رہے ہو۔پس تم کیوں ایسی جگہ ٹھوکر کھاتے ہو جس جگہ تم سے پہلے یہود ٹھوکر کھا چکے ہیں ....وہ خدا جس نے عیسیٰ کی خاطر ایلیا نبی کو آسمان سے نہ اتارا اور یہود کے سامنے اس کو تاویلوں سے کام لینا پڑا

وہ تمہاری خاطر کیونکر عیسیٰ کو اتارے گا۔ جس کو تم دوبارہ اتارتے ہو۔ اُسی کے فیصلہ سے منکر ہو .... کیا یہ سچ نہیں کہ حضرت عیسیٰ نے یہی کہا تھا کہ ایلیا جو دوبارہ آنے والا تھا وہ یوحنا ہی ہے یعنی یحیٰ۔ اور اتنی بات کہہ کر یہود کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب اگر یہ ضروری ہے کہ عیسیٰ نبی آسمان سے آوے تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ سچا نبی نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ اگر آسمان سے واپس آنا سنت اللہ میں داخل ہے تو الیاس نبی کیوں واپس نہ آیا اور کیوں اس کی جگہ یحیٰ کو الیاس ٹھہرا کر تاویل سے کام لیا گیا۔ عقلمند کے لئے یہ سوچنے کا مقام ہے۔''

(کشتی نوح صفحہ ۹۲،۹۳)

اور حضرت اقدس علیہ السلام نے مسلمانوں کو جو حضرت مسیحؑ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل تھے اور احادیث نزولِ مسیح کی بناء پر یہ خیال کرتے تھے کہ وہ آخری زمانے میں آسمان سے نازل ہونگے مخاطب کر کے متحدیانہ طریق سے تحریر فرمایا کہ

''کسی حدیث متصل مرفوع میں آسمان کا لفظ نہیں پایا جاتا اور نزول کا لفظ محاورہ عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے۔ اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔................ اگر مسلمانوں کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے ہیں اور کسی زمانے میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اور اگر کوئی حدیث پیش کرے تو ایسے شخص کو بیس ہزار تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔''

(روحانی خزائن جلد ۳ حاشیہ صفحہ ۲۲۵ بحوالہ کتاب البریہ)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور آنے والے مسیح موعود کے مثیل مسیح ابن مریم ہونے پر ایسے مضبوط اور قوی دلائل پیش کئے جن سے تعلیم یافتہ طبقہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا چنانچہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا کہ

’’مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جامِ مرگ نوش فرما چکے ہیں۔ نیز یہ کہ اُن کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا رنگ لئے ہوئے ہے۔‘‘

(اخبار آزاد ۶ر اپریل ۱۹۵۰ء)

(۶) اسی طرح حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور حضرت امام ملا علی القاری اور حضرت امام محمد طاہر مؤلف مجمع البحار و بحر العلوم و حضرت مولانا عبدالعلی لکھنوی مرحوم اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مرحوم بانی دارالعلوم دیو بندی اور ابوالحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم وغیرہ آنحضرت ﷺ کے بعد غیر تشریعی اور تابع شریعت محمدیہ نبی کی آمد کو آیت خاتم النبیین کے خلاف نہیں سمجھتے تھے اور ان کے علاوہ دوسرے علماء آنحضرت ﷺ کے بعد تشریعی وغیر تشریعی۔ مستقل وغیر مستقل۔ متبع وغیر متبع کسی نوعیت اور کسی قسم کے نبی کی آمد کو بھی آیت خاتم النبیین کے خلاف اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے قطعاً منافی قرار دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بحیثیت حَکَم عدل یہ فیصلہ فرمایا کہ

’’آنحضرت ﷺ کے بعد صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعت جدیدہ اپنے ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے الگ ہو کر کیا جائے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اس کو خدا تعالیٰ اس کی وحی میں امتی بھی قرار دیتا ہے اور پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے۔ ایسا دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نبوت بہ باعث امتی ہونے کے دراصل آنحضرت ﷺ کی نبوت کی ایک ظل ہے کوئی مستقل نبوت نہیں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۷۷، ۱۷۸)

اور فرماتے ہیں؛

’’اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔‘‘

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

گویا آپ نے اس گروہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر تشریعی اور متبع نبی کے آنے کو آیت خاتم النبیین کے خلاف اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے منافی نہیں سمجھتا تھا حق پر قرار دیا مگر اس شرف کی زیادت کے ساتھ کہ ایسے شخص کے لئے مقام نبوت کے حصول سے پہلے امت محمدیہ میں سے ہونا ضروری ہے ۔ یعنی امت محمدیہ سے باہر کسی مذہب میں سے کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا ۔

(۷) پھر متکلمین اسلام کے باہمی اختلافات میں بھی جو ذاتِ باری کی رؤیت اور صفات باری وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ مثلاً سر سید مرحوم کا علم الکلام (نیچریت جو انکار وحی اور انکار تاثیرِ دعا اور انکار وجود ملائکہ وغیرہ پر مشتمل تھا) اسے دلائل قرآنیہ وحدیثیہ کے علاوہ اپنے ذاتی مشاہدہ و تجربہ کو پیش کر کے اس کا غلط ہونا ظاہر کیا ۔ اسی طرح علماء کے اس خیال کو رد کیا کہ قرآن کے علوم و معارف گذشتہ مفسروں کی تفسیروں میں محدود ہیں ان کے اس نظریہ کو بھی باطل قرار دیا کہ علوم جدیدہ سائنس وغیرہ کو پڑھنے سے کفر لازم آتا ہے ۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ کتاب الٰہی جس پر مذہب کی بنیاد ہے خدا کا قول ہے اور سائنس یعنی قانون قدرت اس کا فعل ۔ ان دونوں میں تضاد ممکن نہیں ۔

اسی طرح صوفیاء و علمائے ظواہر کے بہت سے مسائل وجود وشہود و صفاتِ باری تعالیٰ سے متعلق اختلاف کا فیصلہ کیا اور ہر مسئلہ میں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا آپ کا فیصلہ ہی درست ہے ۔ پس آپ کا حکم عدل ہونا بھی آپ کی صداقت کی دلیل ہے ۔

علمائے اسلام پر اتمام حجت

سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسیح موعود کیلئے لفظ **حَکَماً** کے ساتھ **عَدلًا** کا لفظ استعمال فرمانا اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ علماء آپ کے فیصلوں کو غلط قرار دیں گے اور تسلیم نہیں کریں گے چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے

”علماء ظواہر مجتہدات اور اعلیٰ نبینا و علیہ السلام از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمائندہ ومخالف کتاب وسنت دانند۔“

(مکتوبات امام ربانی جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ مکتوب نمبر ۵۵)

یعنی علماء ظواہر مسیح موعود کے مسائل اجتہادیہ کا انکار کریں گے اور قرآن مجید اور سنت نبوی کے مخالف قرار دیں گے۔

(۲) نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب حج الکرامہ میں علمائے وقت اور مقلدین فقہاء کی طرف سے مہدی علیہ السلام کی مخالفت کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

''وبحسب عادت کود حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند۔''

(حج الکرامہ صفحہ ۲۶۳)

یعنی علماء اپنی عادت کے مطابق مہدی کے کافر اور گمراہ ہونے کا فتویٰ دیں گے۔

(۳) ابوالخیر نواب مولوی نورالحسن خان ابن نواب مولوی صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

''یہی حال مہدی علیہ السلام کا ہوگا کہ اگر وہ آگئے تو سارے مقلد بھائی ان کے جانی دشمن بن جائیں گے۔ ان کے قتل کی فکر میں ہونگے اور کہیں گے کہ یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔''

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۲۲۴)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام امام مہدی کو عین ضرورت کے وقت مسلمانوں کی اصلاح اور غیر مذاہب پر اتمام حجت کرنے کے لئے مبعوث فرمایا تو علمائے وقت آپ کے مخالف ہو گئے اور آپ کو کافر اور گمراہ قرار دیا اور آپ نے علماء پر مختلف طور سے اتمام حجت کیا۔ مثلاً آپ نے اپنی کتاب آسمانی فیصلہ میں تحریر فرمایا کہ ''خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں چار عظیم الشان آسمانی تائیدوں کا کامل متقیوں اور کامل مومنوں کے لئے وعدہ دیا ہے اور وہی کامل مومن کی شناخت کے لئے کامل علامتیں ہیں۔

اول یہ کہ مومن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اکثر بشارتیں ملتی ہیں۔ یعنی پیش از وقوع خوشخبریاں ....

دوم یہ کہ مومن کامل پر امور غیبیہ کھلتے ہیں ....

سوم یہ کہ مومن کامل کی اکثر دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور اکثر ان دعاؤں کی قبولیت کی پیش از وقت اطلاع بھی دی جاتی ہے

چہارم یہ کہ مومن کامل پر قرآن کریم کے حقائق و معارف جدیدہ و لطائف خواص عجیبہ سب سے زیادہ کھولے جاتے ہیں۔

ان چاروں علامتوں میں مومن کامل نسبتی طور پر دوسرے پر غالب رہتا ہے۔

(آسمانی فیصلہ صفحہ ۳۱)

اور آپ نے اس روحانی مقابلہ کے لئے تمام صوفیوں پیرزادوں اور سجادہ نشینوں اور ان تمام علماء کو بھی جنہوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ دیا تھا مقابلہ کی دعوت دی اور فرمایا؛

''میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اس مقابلہ میں مغلوب ہو گیا تو اپنے ناحق ہونے کا خود اقرار شائع کر دونگا .... اور اس جلسہ میں اقرار بھی کرونگا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور میرے تمام دعاوی باطل ہیں اور بخدا میں یقین رکھتا ہوں او دیکھ رہا ہوں کہ میرا خدا ہرگز ایسا نہیں کرے گا اور کبھی مجھے ضائع ہونے نہیں دے گا۔ ''

(آسمانی فیصلہ صفحہ ۲۰)

مگر مکفرین علماء کو اس امتحان کے لئے آپ کے مقابل پر کھڑے ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر آپ نے ضمیمہ انجام آتھم میں ان مکفرین علماء کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے چھ طور کے نشان میرے ساتھ ہیں۔

''اول ۔اگر کوئی مولوی عربی کی فصاحت و بلاغت میں میری کتاب کا مقابلہ کرنا چاہے تو وہ ذلیل ہوگا۔ میں ہر ایک متکبر کو اختیار دیتا ہوں کہ اسی عربی مکتوب (مندرجہ انجام آتھم ۔شمس) کے مقابل پر طبع آزمائی کرے۔اگر وہ اس عربی مکتوب کے مقابل پر کوئی رسالہ بالتزام مقدار نظم ونثر بنا سکے اور ایک مادری زبان دان جو عربی قسم کھا کر اس کی تصدیق کر سکے تو میں کاذب ہوں۔

دوم ۔اگر یہ نشان منظور نہ ہو تو میرے خلاف کسی سورۃِ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بناویں یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور فال قرآن شریف کھولا جاوے اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں اُن کی تفسیر میں بھی عربی میں لکھوں

اور میرا مخالف بھی لکھے۔ پھر اگر میں حقائق و معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ ہوں تو پھر بھی جھوٹا ہوں۔

سوم۔ اگر یہ نشان بھی منظور نہ ہو تو ایک سال تک کوئی مولوی نامی مخالفوں میں سے میرے پاس رہے اگر اس عرصہ میں انسان کی طاقت سے برتر کوئی نشان مجھ سے ظاہر نہ ہو تو پھر میں جھوٹا ہوں گا۔

چہارم۔ اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو ایک تجویز یہ ہے کہ بعض نامی مخالف اشتہار دے دیں کہ اس تاریخ کے بعد ایک سال تک اگر کوئی نشان ظاہر ہو تو ہم توبہ کرینگے اور مصدق ہو جائیں گے پس اس اشتہار کے بعد اگر ایک سال تک مجھ سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو خواہ پیشگوئی ہو یا اور تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں۔

پنجم۔ اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے نامی مخالف مجھ سے مباہلہ کرلیں۔ پس اگر مباہلہ کے بعد میری بددعا کے اثر سے ایک بھی بچ رہا تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں۔

یہ طریق ہیں جو میں نے پیش کئے ہیں اور میں ہر ایک کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اب سچے دل سے ان طریقوں میں سے کسی طریق کو قبول کریں۔ یعنی یا تو معیاد دو ماہ جو مارچ ۱۸۹۷ء کی دس تاریخ تک مقرر کرتا ہوں۔ اس عربی رسالہ کا فصیح بلیغ جواب چھاپ کر شائع کریں۔ یا بالمقابل ایک جگہ بیٹھ کر زبان عربی میں سات آیات قرآنی کی تفسیر لکھیں اور یا ایک سال تک میرے پاس نشان دیکھنے کے لئے رہیں اور یا اشتہار شائع کر کے اپنے ہی گھر میں میرے نشان کی انتظار کریں اور یا مباہلہ کریں۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۱ بحوالہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۳۰۴، ۳۰۹)

مگر مکفرین علماء میں سے کسی ایک کو بھی ان طریقوں میں سے کسی طریق فیصلہ کو منظور کر کے مقابلہ کے لئے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اسی طرح اپنی کتاب ''تحفہ غزنویہ'' میں تحریر فرمایا۔

’’کوئی طریق باقی نہیں رہا جس سے میں نے اتمام حجت نہیں کیا۔ نقلی طور پر میں نے اتمام حجت کیا.................اور میں نے صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ بارہا اشتہار دیئے کہ اگر آپ لوگوں میں کچھ سچائی ہے تو میرے مقابلہ پر آؤ۔ قرآن سے دکھلاؤ کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ معہ جسم آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر زندہ مع جسم عنصری آسمان پر سے اتریں گے؟ میں تو اب بھی ماننے کو تیار ہوں اگر آیت **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي** کے معنے بجز مارنے اور ہلاک کرنے کے کسی حدیث سے کچھ اور ثابت کر سکو یا کسی آیت یا حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معہ جسم عنصری آسمان پر چڑھنا یا مع جسم عنصری آسمان سے اُترنا ثابت کر سکو یا اخبار غیبیہ میں جو خدا تعالیٰ سے مجھ پر ظاہر ہوتی ہیں میرا مقابلہ کر سکو یا تحریر عربی زبان میں میرا مقابلہ کر سکو یا اور آسمانی نشانوں میں جو مجھے عطا ہوتے ہیں میرا مقابلہ کر سکو تو مَیں جھوٹا ہوں۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۴۳ بحوالہ تحفہ غزنویہ)

’’آپ لوگ ملہم کہلاتے ہیں۔ استجابت دُعا کا بھی دعویٰ ہے چند پیشگوئیاں جو استجابت دُعا پر بھی مشتمل ہوں بذریعہ اشتہار شائع کر دیں اور اس طرف سے مَیں بھی شائع کر دوں ایک برس سے زیادہ میعاد نہ ہو۔ پھر آپ لوگوں کی پیشگوئیاں سچی نکلیں تو ایک دم میں ہزارہا لوگ میری جماعت کے آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں گے.......... کیا آپ اس درخواست کو قبول کریں گے؟ ممکن نہیں۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۴۴ بحوالہ تحفہ غزنویہ)

پھر حضرت اقدسؑ نے فقراء اور صوفیا اور دعویٰ الہام کرنیوالوں کو اپنے دعویٰ کے مصدق بننے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا جس کا ملخّص یہ ہے کہ

ان میں سے جو ملہم میرے دعویٰ مسیحیت کو نہیں مانتا ہم دونوں بٹالہ یا امرتسر یا لاہور کے ایک مجمع میں دُعا کریں کہ سچے سے کوئی عظیم الشان نشان جو انسانی طاقتوں سے

بالاتر ہو پیشگوئی ہو یا معجزات انبیاء سے مشابہ کسی قسم کا اعجاز ہوایک برس کے اندرظہور میں آوے جس سے ظاہر ہو کہ ہو سچّا ہے اور دوسرا جھوٹا۔ اور مغلوب کو بلا تامل دوسرے کا مذہب اختیار کر لینا ہوگا۔

(روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱ بحوالہ تریاق القلوب)

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی تکفیر و تکذیب کرنے والے علماء میں سے کوئی بھی ان رُوحانی طریقوں سے فیصلہ کے لئے آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکا۔

اِن کے برخلاف حقیقی علماء و صوفیاء جن کے دلوں میں خشیت الٰہی موجود تھی وہ دل و جان سے آپ کے مصدق ہوئے۔ مثلاً حاجی الحرمین حضرت مولوی حکیم نورالدّین صاحبؓ۔ حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی۔ حضرت حکیم فضل الدین بھیروی۔ حضرت مولوی غازی برہان الدین جہلمی۔ حضرت مولوی سید محمد احسن امروہی۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ ہزاروی۔ حضرت مولوی حافظ غلام رسول وزیرآبادی۔ حضرت مولوی حسن علی بھاگلپوری۔ حضرت مولوی عبدالقادر لدھیانوی۔ حضرت حافظ روشن علی وحضرت مولوی میر محمد سعید حیدر اٹاوی۔ حضرت مولوی انوار حسین شاہ آبادی۔ حضرت سید صادق حسین آبادی حضرت مولوی غلام نبی خوشابی عزیز الواعظین حضرت مولوی غلام امام شاہ جہان پوری۔ حضرت مولوی حافظ سید علی شاہجہان پوری۔ حضرت سید حامد شاہ سیالکوٹی۔ حضرت مولوی غلام رسول راجیکی۔ حضرت مولوی غلام حسن پشاوری۔ حضرت مولوی قاضی امیر حسین بھیروی۔ حضرت مولوی محمد سعید طرابلس۔ حضرت مولوی تفضّل حسین فرید آبادی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اسی طرح حضرات صوفیہ میں سے حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف اور حضرت پیر صاحب العلم سندھ جو آپ کے مصدق ہوئے۔ اور حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق نعمانی سرساوی اور حضرت پیر منظور محمد صاحب لدھیانوی۔ حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب کابلی المعروف بزرگ صاحب حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہید خوست کابل۔ صوفی تصور حسین صاحب بریلوی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ

پس بزرگان سلف کی پیشگوئیوں کے مطابق علماء کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کی تکفیر و تکذیب اور حضور کی طرف سے ہر رنگ میں ان پر اتمام حجت اور نیک و متقی علماء اور صوفیاء کا آپ کے دعویٰ کی تصدیق کرنا اور آپ کی جماعت میں داخل ہو جانا بھی آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔

کسرِ صلیب

اللہ تعالیٰ سے علم پا کر سیدنا حضرت محمد ﷺ نے مسیح موعود کا ایک عظیم الشان کام یکسر الصلیب بھی بتایا تھا یعنی وہ کسر صلیب کرے گا۔ اور یہ بھی زبردست دلیل ہے حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوۃ والسلام کے مسیح موعود ہونے کی۔ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ظاہر تھا کہ دنیا میں ایک ایسا دور پھر آنے والا ہے جس میں صلیبی دین اتنا غلبہ پا جائے گا کہ اس کے استیصال کے لئے ایک خاص فرد معوث کیا جائے گا۔ بحالیکہ اس زمانے بلکہ اس کے بعد والے زمانوں میں بھی صلیبی مذہب اور اس کے خیالات پھیلنے اور غالب آجانے کی کوئی گنجائش پائی نہیں جاتی تھی۔ اول اس لئے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات پر بربنائے آیت شریفہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اذان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (ال عمران) اس امر پر اجماع ہو گیا تھا کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جتنے انبیا و رُسل دنیا میں تشریف لائے وہ سب کے سب وفات پا چکے ہیں۔

دوسرے اس لئے کہ خلفائے آنحضرت ﷺ کے زمانوں میں ظاہری لحاظ سے بھی عظیم الشان عیسائی حکومتیں اسلام سے ایسی مغلوب ہو گئی تھیں کہ اس وقت کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اب کوئی ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے جس میں عیسائی قومیں پھر غالب آجائیں گی۔ یہاں تک کہ مسلمان بھی حضرت عیسیٰ کے متعلق عیسائیوں کے عقیدے سے مشابہ عقیدہ اختیار کر لیں گے اور یہ سمجھنے اور ماننے لگیں گے کہ وہ زندہ بجسم خاکی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ جہاں وہ بغیر کھانے پینے اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے آج تک زندہ موجود ہیں اور آخری زمانے میں آسمان سے نازل ہونگے اور اس باطل عقیدے کو اپنے ایمان کا ایسا جزو لازمی سمجھیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل کو کافر دائرہ اسلام سے خارج اور واجب القتل سمجھنے لگیں گے جیسا کہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نے حیاتِ مسیح کے منکر کے متعلق یہ فتویٰ شائع کیا ہے کہ

''ایسے شخص سے قرآن و سنت کے دلائل واضح کرنے کے بعد توبہ کا مطالبہ کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ اسے کفر کی حالت میں قتل کر دیا جائے''

(تعلیم القرآن نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۱)

مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کو آج سے تیرہ سو سال پہلے یہ علم دیا گیا تھا کہ آخری زمانے میں نصرانیت کا غلبہ ہو جائے گا اور ساری دنیا میں صلیبی عقیدے کی اشاعت کی جائے گی اور یہ خیال کیا جانے لگے گا کہ دنیا کا آئندہ مذہب صلیبی مذہب یعنی عیسائیت ہوگا۔ تب اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو مبعوث فرمائیگا جو دلائل و براہین سے صلیبی عقیدے کا باطل ہونا ظاہر کر کے دین حق یعنی اسلام کی صداقت دنیا میں قائم کرے گا۔ چنانچہ اس وقت جبکہ پنجاب اور ہندوستان میں جا بجا عیسائی تبلیغی مشن قائم ہو چکے تھے اور شہروں اور دیہاتوں کے گلی کوچوں میں عیسائی مناد ربنا المسیح کی صدا بلند کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسر صلیب کا معجزہ دکھانے کیلئے مبعوث فرما دیا اور آپ نے ظاہر ہو کر ببانگ بلند یہ اعلان کیا کہ؛

''اس عاجز کو.......... حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اس فطری مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا ہے تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کو توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں ہیں جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُن کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دی گئی ہیں۔''

(روحانی خزائن جلد ۳ حاشیہ صفحہ ۱۱ بحوالہ فتح اسلام)

کسرِ صلیب سے مراد

پہلے ربانی علماء بھی لکھ چکے ہیں کہ کسرِ صلیب سے مراد ازروئے دلائل صلیبی مذہب کا ابطال۔مثلاً علامہ بدرالدین عینی شارح صحیح البخاری لکھتے ہیں؛

”فتح لی حنا معنی من الفیض الا لٰھی و ھوان المراد من کسر الصلیب اظھار کذب النصارٰی حیث اد عوا ان الیھود صلبوا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیٰ خشبٍ ناخبر اللہ فی کتابہ العزیز بکذبھم وافتراء ھم.“

یعنی اللہ تعالیٰ کے فیض سے یہ معنے مجھ پر منکشف ہوئے ہیں کہ کسرِ صلیب سے مراد نصاریٰ کے جھوٹ کا اظہار ہے کیونکہ وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ یہود نے مسیح کو کاٹھ پر لٹکا کر مصلوب کر دیا تھا۔اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خبر دی کہ یہ ان کا جھوٹ اور افتراء ہے کہ مسیح صلیب پر مارے گئے تھے۔

اوراس کے آگے لکتے ہیں؛

”کہ وہ محمد ﷺ کے دین کو جوخود ان کا بھی دین ہوگا الدّیْنُ الحق ثابت کریں گے الذی ھو نذل لا ظھارہ وابطال بقیۃ الادیان یعنی وہ دین جس کے غالب کرنے اور باقی دینوں کو باطل ثابت کرنے کے لئے نازل ہونگے۔

(عینی شرح صحیح البخاری جلد۵ صفحہ ۵۸۴ مطوعہ مصر)

اسی طرح علامہ قطب الدین شارح مشکوٰۃ المصابیح لکھتے ہیں؛

”پس توڑیں گے صلیب کواور باطل کردیں گے دین نصرانیت کو۔“

(مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد۴ صفحہ ۳۸۴)

اورکسرِ صلیب یعنی عیسائی مذہب کے بطلان کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ایک یہ کہ تلوار یعنی جبر سے عیسائی مسلمان بنائے جائیں۔دوسری صورت معمولی مباحثات کے ذریعہ صلیبی مذہب کو مغلوب کیا جائے۔تیسری صورت یہ ہے کہ اسلامی نشانوں سے اسلام کی

برکت اور عزت ظاہر کی جائے اور ثابت کیا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ نے طبعی وفات پائی جس سے تثلیث و کفارہ موجودہ عیسائیت کے بنیادی عقیدے دونوں باطل ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہی تیسری صورت ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور اسی کے ساتھ غلبہ ہو سکتا ہے اور آسمانی نشانوں میں میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

صلیبی عقیدہ عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے

اور صلیبی عقیدہ یعنی یہ عقیدہ کہ مسیح صلیب پر فوت ہو گئے تھے اور تین دن جہنم میں رہنے کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ اور لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے موجودہ عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے۔ پولوس لکھتا ہے:

''اگر مسیح صلیب پر مر کر جی نہیں اُٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ۔''

(کرنتھیوں ۱۵ ، ۴ - ۱۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس عقیدہ کی ایسے طور دھجیاں اُڑائیں اور ایسے رنگ میں صلیب کو پارہ پارہ کیا کہ اس کے جڑنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ آپ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات شریفہ سے حضرت عیسیٰ کی طبعی وفات ایسے براہین قویہ اور دلائل قطعیہ سے ثابت کر دی کہ ایک عاقل مفکر کے لئے یہ ممکن ہی نہیں رہا کہ وہ ان آیات قرآنیہ پر سنجیدگی اور متانت اور اخلاص دللّٰہیت سے غور کرے اور پھر ان کی طبعی موت کا قائل نہ ہو جائے اور صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت قرآن مجید کی آیت وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم میں نہایت عمدگی سے بیان فرما دی ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے یعنی صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ مصلوب کے مشابہ ہو گئے تھے اور یہود شبہ میں ڈال دیئے گئے۔ یعنی حضر مسیح کے بیہوش ہو جانے کی وجہ سے یہود کو یہ شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور حضرت اقدس نے اس امر کو کہ درحقیقت مسیح صلیب سے زندہ ہی اتارے گئے تھے۔ اناجیل اور کتب اہل قدیم اور کتب تاریخیہ سے ایسے یقینی اور قطعی طور پر ثابت فرما دیا کہ اب کسی عیسائی کے لئے معقولی طور پر اس کے خلاف لب کشائی کی گنجائش قطعاً نہیں رہی۔

اناجیل سے یہ ثابت ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام اس قبر سے نکل کر جس میں وہ واقعہ صلیب کے بعد رکھے گئے تھے حواریوں سے ملے اور انہوں نے آپ کو ایک روح خیال کیا تو آپ نے ان کی یہ پریشان خیالی اور غلط فہمی دور کرنے کے لئے یہ کہہ کر اپنے زخمی ہاتھ پاؤں دکھائے کہ

''مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو۔''

(لوقا ۲۴ ، ۳۹۔۴۰)

اور یوحنا کہتا ہے کہ مسیح نے اپنے ہاتھوں اور پسلی کو انہیں دکھایا۔ اور توما حواری سے کہا

''انگلی پاس لا کر میرے ہاتھوں کو دیکھ اور ہاتھ پاس لا کر میری پسلی میں ڈال۔''

(یوحنا ۲۰، ۲۰/۲۷)

پس قبر سے نکلنے کے بعد حضرت مسیح کے جسم پر زخموں کے نشانات کا پایا جانا دلیل قطعی ہے اس امر کی کہ اس کا جو مادی جسم صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور جو مادی جسم قبر میں رکھا گیا تھا وہی مادی جسم قبر سے باہر آیا تھا۔ اور اس مادی جسم کے علاوہ اور کوئی جسم جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں آپ کو ہرگز عطا نہیں ہوا۔

اور بات یہیں تک پہنچ کر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ یہ ایک عجیب کرشمہ قدرت ہے کہ اس مرہم کا نسخہ بھی جس سے مسیح کے مذکورہ زخم مندمل ہوئے تھے اب تک پرانی طبی کتابوں میں محفوظ چلا آتا ہے اور وہ کتابیں صرف دوسرے مذہب والوں کی ہی نہیں بلکہ خود عیسائیوں کی بھی ہیں اور اس نسخہ سے جو مرہم تیار کیا گیا تھا وہ مرہم بھی مرہم عیسیٰ ۔مرہم رُسل ۔مرہم حوارمین اور مرہم سلیخا کے ناموں سے مشہور ہے۔

مرہم عیسیٰ

اس مرہم کا ذکر طب کی جن قدیم کتابوں میں پایا جاتا ہے اُن میں سے بعض حضرت مسیحؑ کے قریب کے زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں اور سب کی سب اس امر پر متفق ہیں کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت مسیحؑ کے زخموں کے لئے تیار کیا تھا۔ دراصل یہ نسخہ عیسائیوں کی پُرانی قرابادینوں میں تھا جو یونانی میں تالیف ہوئی تھیں۔ پھر عباسی بادشاہوں ہارون الرشید

اور مامون الرشید کے عہد حکومت میں ان کتابوں کا یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ اِن کتابوں میں سے ایک کتاب ایک قدیم عیسائی طبیب ڈاکٹر حنینؔ کی ہے اس کے علاوہ اور بہت سے عیسائیوں اور مجوسیوں کی کتابیں ہیں جو اُن پُرانی یونانی اور رومی کتب سے ترجمہ کی گئی ہیں ۔جن کی تالیف کا زمانہ حضرت مسیح کے زمانے سے قریب تھا۔ ''قرابادین قادری'' جو عام طور پر اطباء کے پاس موجود ہوتی ہے میں اس مرہم سے متعلق لکھا ہے :-

''مرہم حوارمین کہ مسمیٰ است مرہم سلیخا و مرہم رُسل و آنرا مرہم عیسےٰ نیز نامند۔ واجزائے ایں نسخہ دوازدہ عدد است
کہ حوارمین جہت عیسیٰ علیہ السلام ترکیب کردہ .... برائے تحلیل اورام وخنازیر وطواعین وتنقید جراحات از گوشت فاسد و اوساخ و رویانیدن گوشت تازہ سودمند۔''

شیخ بوعلی سینا کے قانون میں لفظ سلیخا کو شلیخا لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبرانی یا یونانی لفظ ہے جس کے معنے بارہ کے ہیں۔ اس مرہم کا نام مرہم حوارمین اور مرہم رُسل ہونا اور پھر بارہ کی تعداد اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ مرہم حوارین نے جو تعداد میں بارہ تھے اور مسیح کے رسول کہلاتے تھے حضرت مسیح کے ان زخموں کے لئے تیار کیا تھا جو صلیب پر چڑھائے جانے کی وجہ سے آپ کے جسم پر ہو گئے تھے کیونکہ حواری اور رسول کا نام انہی کو دیا گیا تھا جو حضرت مسیح کے دعویٰ نبوت ومسیحیت کے بعد آپ پر ایمان لائے تھے اور دعوے کے بعد تین سال کے عرصہ تک جو آپ نے اپنے حواریوں کے ساتھ فلسطین میں گذارا تھا آپ کو صلیبی زخموں کے علاوہ اور کسی طرح زخمی ہونے کا حادثہ قطعاً پیش نہیں آیا۔ ورنہ اناجیل میں اس کا ذکر ضرور ہونا چاہئے تھا۔ بارہ حواریوں کا باہمی مشورے اور پورے اہتمام سے اس مرہم کو تیار کرنا جیسا کہ اس کے نام مرہم حوارمین اور مرہم رُسل سے ظاہر ہے خطرناک زخموں کیلئے ہی ہوسکتا ہے اور وہ خطرناک زخم اناجیل سے صلیبی زخموں کے سوا کوئی اور زخم ثابت نہیں ہوتے جو یہ کہا جاسکے کہ یہ مرہم ان زخموں کے اندمال اور ان کا ورم دور کرنے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

پس یہ مرہم بھی ایک قطعی ثبوت ہے اس بات کا کہ مسیح صلیب پر لٹکائے تو گئے تھے

مگراس سے زندہ ہی اتار لئے گئے اور صلیب پر لٹکائے جانے کی وجہ سے اُن کے ہاتھوں اور پاؤں میں زخم ہو گئے تھے اور نیزہ کی انی سے پسلی میں جو زخم آیا تھا۔ اور یہ سب زخم اپنے حواریوں کو دکھائے تھے انھی کے اندمال کے لئے یہ مرہم تیار کیا گیا تھا جو مرہم حوارین اور مرہم رُسل اور مرہم سلیخا اور مرہم عیسیٰ کے ناموں سے مشہور ہے اور ان زخموں کا علاج ہو جانے کی وجہ سے آپ نے فلسطین کو چھوڑ دیا اور دمشق ۔نصیبین اور افغانستان اور پنجاب وغیرہ سے ہوتے ہوئے کشمیر جا پہنچے جہاں اسرائیلی آباد تھے۔اور ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پا کر شہر سرینگر محلّہ خان یار میں دفن ہو گئے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی نے ان کی قبر کا پتا بتایا کہ وہ سرینگر محلّہ خان یار میں ہے ۔ اور ضروری تھا کہ ایسا ہی ہوتا ۔ کیونکہ آپ کے آقا نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے مسیح موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا مقام بتایا تھا جیسے حضرت مسیح ناصری کی قبر کا صحیح پتا نہ تھا۔ ویسے ہی حضرت موسیٰ کی قبر کو بھی کوئی نہ جانتا تھا۔جیسا کہ اب تک کتاب استثناء میں لکھا ہے؛

”سو خداوند کا بندا موسیٰ خدا کے حکم سے معاب کی سرزمین میں مرگیا۔ اور اس میں اُسے معاب ایک وادی میں بیعت فغور کے مقابل پر گاڑا ۔ پر آج کے دن تک اس کی قبر کو کوئی نہیں جانتا اور موسیٰ اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا۔“

(استثناء ۳۴، ۵-۷)

مگر آنحضرت ﷺ نے جو مثیل موسیٰ تھے اُن کی قبر کا نشان بتایا۔حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ ؑ کی وفات ہونے لگی تو آپ نے دعا کی؛

” رب ادننی من الارض المقدسة رمية بحجر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو انّی عنده لاريتكم قبره الیٰ جنب الطريق عند الكثيب الاحمر . متفق علیہ

(مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۸-۵)

اے میرے رب ! مجھے ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر قریب

کر دے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ خدا تعالیٰ کی قسم ! اگر میں وہاں ہوتا تو میں تمہیں ضرور ان کی قبر دکھا دیتا وہ قبر سرخ ٹیلے کے قریب راستے کے پہلو میں ہے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات پہلے سے مسلّم تھی اس لئے مثیل موسیٰ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کی قبر کا پتا بتا دیا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات ایک نزاعی مسئلہ تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ فرما دیا؛

اخبر نی ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائة و عشرین سنة ولا ارانی الا ذاهباً علیٰ رأس ستین (راوہ الحاکم فی المستدرک عن عائشۃؓ والطبرانی عن فاطمۃ حج الکرامہ صفحہ ۴۲۸) یعنی آپ نے مرض الموت میں فرمایا کہ مجھے جبرائیل نے خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ نے ایک سوبیس سال کی عمر پا کر وفات پائی اور میں اور میں ساٹھ برس عمر پاؤں گا۔

لیکن ان کی قبر کا پتہ نہ بتایا کیونکہ یہ حضرت عیسیٰ کے مثیل کا کام تھا۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ کی وفات پر قریباً دو ہزار برس گزر جانے کے بعد اُن کے مثیل آنحضرت ﷺ نے اُن کی قبر کا مقام بتایا حضرت عیسیٰ اس بارے میں خاموش رہے ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کی وفات کے قریباً دو ہزار برس بعد اُن کے مثیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی قبر کا مقام بتایا مگر آنحضرت ﷺ اس بارے میں خاموش رہے ۔

ایک سوال کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب طب کی مشہور کتابوں میں اس مرہم عیسیٰ کا ذکر موجود تھا تو دوسرے لوگوں کا ذہن اس طرف کیوں نہ گیا کہ یہ مرہم مسیح کے صلیبی زخموں کیلئے تیار کے گیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مقدر تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان قاطع جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کر دے مسیح موعود کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہو اور اس کے مقدس نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ پیشگوئی پوری ہو کہ صلیبی مذہب اپنے دوسرے دور ترقی میں نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو جائے کسرِ صلیب اسی کے ہاتھ سے ہوگا۔ اور اس پیشگوئی میں یہی اشارہ

تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا تعالیٰ کے ارادے سے وہ اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی جس سے صلیبی عمارت منہدم ہو جائے گی۔ اور ایسا ہی ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلان فرماتے ہی کہ مسیح ناصری علیہ السلام صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ صلیب سے زندہ اتار لئے گئے تھے۔ اور پھر طبعی طور سے فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن سے آپ کے دعویٰ کی تائید ہو گئی۔ مثلاً

اسکندریہ کی قدیم تحریروں میں سے ایسینی تحریک کے ایک مکان سے یروشلم میں رہنے والے ایک ایسینی لیڈر کا خط ملا ہے جو اُس نے ایک دوسرے ایسینی لیڈر ساکن اسکندریہ کو اس کے اس خط کے جواب میں لکھا تھا جس میں اس نے مسیح کے قتل سے متعلق ان افواہوں کی حقیقت دریافت کی تھی جو اس تک پہنچی تھیں کیونکہ ایسینی حضرت مسیح کو بھی ایسینی تحریک کا ایک مخلص فرد جانتے تھے یہ خط واقعہ صلیب کے سات سال بعد لکھا گیا ہے اور اس میں اس امر کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ مسیح صلیب پر مرنے سے کس طرح بچائے گئے اور اس غرض کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کی گئیں اور وہ فلسطین میں کہاں کہاں پوشیدہ رکھے گئے۔ یہ خط دی شکاگو انڈ وامریکن کمپنی نے زیر عنوان

" The Crucifixion by an eye-witess"

یعنی حادثہ صلیب کے چشم دید حالات ایک عینی شاہد کے قلم سے شائع کیا گیا ہے

(۲) اسی طرح نکولا نوٹووچ روسی سیاح نے لداخ اور تبت کا سفر کیا اور بدھ لاماؤں کی نہایت قدیم تحریروں سے یہ انکشاف کیا کہ حضرت مسیح ہندوستان اور تبت میں آئے تھے اور برہمنوں سے ان کے مباحثات بھی ہوئے تھے اور انہوں نے وہاں جو تعلیم دی وہ بعینہٖ انجیل کی تعلیم کے موافق تھی۔ اس روسی سیاح نے اپنی تمام تحقیق پہلی دفعہ بزبان فرانسیسی کتابی شکل میں شائع کر دی تھی جس کا انگریزی ترجمہ پہلی بار ۱۸۹۴ء میں رینڈ مکینلی اینڈ کمپنی شکاگو اینڈ نیویارک نے زیر عنوان

" The Unknown life of Jesus."

یعنی یسوع مسیح کی غیر معمولی زندگی کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔

(۳) اسی طرح میڈیکل سائنس کے ماہروں نے انجیل میں صلیبی واقعہ سے متعلق بیان شدہ حالات پر طبی نقطہ نگاہ سے غور کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے تھے بلکہ اس سے زندہ اتار لئے گئے تھے۔

(۴) حضرت مسیح صلیب سے اتارے جانے کے بعد جس چادر میں لپیٹے گئے تھے وہ اب تک محفوظ تھی۔ اور جو مرہم یا مصالحہ آپ کے جسم پر لگایا گیا تھا اس کی وجہ سے اس چادر میں آپ کے جسم کا پورا نقش آ گیا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں اور پھر اس کے بعد جب جرمن سائنسدانوں نے بیس بیس ہزار والٹس کے بلبوں کی تیز روشنی میں اس چادر کے فوٹو لئے تو اس میں حضرت مسیح کا پورا حلیہ ظاہر ہو گیا۔ آپ کے جسم پر زخموں کے نشان اور پسلی سے خون رسنے کے داغ بھی جو اس چادر میں تھے ظاہر ہو گئے۔ اور آپ کی آنکھیں کھلی ہونے اور دوسری علامات کی وجہ سے وہ اس یقینی نتیجہ پر پہنچے کہ مسیح جب صلیب سے اتارے گئے اور قبر میں تو وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ تھے۔ چنانچہ جرمن سائینسدانوں کی اس پوری تحقیقات کو سکنڈے نیویا کے اخبار ''tidiningon stockholm'' کے ایڈیٹر نے ۲/اپریل ۱۹۵۷ء کے پرچہ میں تفصیل سے شائع کیا ہے۔

نیز اس موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ دلائل کا یہ اثر ہوا ہے کہ غیر متعصب عیسائی محققین مسیح کی صلیبی موت کا روز بروز انکار کرتے اور اُن کے صلیب سے زندہ اتارے جانے کے قائل ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً سڈنی آسٹریلیا کے ڈسٹرکٹ کورٹ کے جج مسٹر ای۔ بی۔ ڈاکر نے ۱۹۲۰ء میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے'' if jesus did not die upon the cross. ''یعنی ''اگر مسیح صلیب پر نہ مرے ہوں''۔ اور اس کتاب میں اس امر پر تفصیل سے بحث کی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل اور مرہم عیسیٰ اور سری نگر میں حضرت مسیح کی قبر کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ مسیح صلیب پر مرے نہیں تھے۔ بلکہ بے ہوشی کی حالت میں اتارے گئے تھے۔ اور بعد کو ہوش میں آ گئے تھے پھر وہ کہاں مرے۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں:-

"For myself I am content to belive

ethat being man he passed through the sam gate-the strait and dreadful pass of death, that all others of human-kind must go through."

یعنی جہاں تک میرا ذاتی تعلق ہے میں یہ ماننے پر مطمئن ہوں کہ مسیح چونکہ ایک انسان تھے اس لئے ان کا اسی دروازہ سے گذر ہوا یعنی موت کے خطرناک اور تنگ دروازہ سے جس سے دوسرے تمام بنی بشر کو لازمی طور پر گذرنا پڑتا ہے۔

اور اپنی کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:-

"I must repeat that we do not know It may be that after preaching to the lost ten tribes of the house of Israel in those remote regions,Jesus died at Srinagar and was burried in the tomb that bears his name."

یعنی میں مکرر کہتا ہوں ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت مسیح نے کہاں وفات پائی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے گھرانے کے گم شدہ دس فرقوں کو جو ان دور دراز علاقوں میں آباد تھے تبلیغ کرنے کے بعد سری نگر میں وفات پائی ہو۔ اور وہیں اس قبر میں مدفون ہوں جو ان کے نام سے اب تک مشہور ہے۔

غرض مسٹر ڈاکر نے اپنی اس کتاب میں انجیلوں کے صلیبی واقعہ سے متعلق بیانات پر اس طرح تنقیدی بحث کر کے جیسے ایک جج مقدمہ کے مخالف وموافق دلائل سن کر فیصلہ دیتا ہے یہ فیصلہ دیا ہے کہ مسیح صلیب پر مرے نہیں تھے۔ بلکہ بے ہوشی کی حالت میں صلیب سے اتار لئے گئے تھے اور اس کے بعد انہوں نے طبعی وفات پائی۔

(۲) اسی طرح مصر کے مشہور رسالہ المنار کے ایڈیٹر علّامہ شیخ رشید رضا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب الھدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ سے حضرت مسیح کی ہندوستان کی طرف ہجرت اور ان کی وفات کے زیرِ عنوان دلائل نقل کر کے لکھا ہے:۔

''ففراره الی الهند و وفاته فی سری نغر لا يستبعد عقلا و نقلاً۔''

(تفسیر المنار جلد ۶ زیرِ عنوان ھجرۃ المسیح الی الھند و وفاتہ)

یعنی مسیح کا ہجرت کر کے ہندوستان جانا اور سرینگر میں وفات پانا نہ عقلاً مستبعد ہے اور نہ عقلاً۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر قرآن مجید اور احادیث سے ایسے زبردست اور ناقابل ردّ دلائل پیش کئے ہیں کہ بڑے بڑے مسلم مفکرین اور علمائے محققین کو ان کی وفات تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ مصر سے علّامہ شیخ محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار اور حضرت الشیخ المراغی رئیس جامعہ الازہر اور حضرت الشیخ محمود شلتوت ہیں اور حضرت الشیخ محمد عبدہ مفتی الدیار المصریہ نے بھی وفات مسیح کے عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے مصری لبنانی اور شامی علماء ہیں جو وفات مسیح کے قائل ہو چکے ہیں اِسی طرح علامہ نیاز فتح پوری، مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا انشاء اللہ خان ایڈیٹر وطن لاہور۔ علّامہ ڈاکٹر اقبال اور ناشرین رسالہ طلوع اسلام اور اکثر تعلیم یافتہ وفات مسیح کو تسلیم کر چکے ہیں اور عیسائیوں میں تو اس مسئلہ کی وجہ سے صف ماتم بچھ گئی ہے اور ان کے تمام منصوبے اشاعتِ عیسائیت کے خاک میں مل گئے ہیں۔ انہوں نے احمدیوں سے مناظرات نہ کرنے کی پالیسی اختیار کی اور جیسا کہ مَیں اوپر ذکر کر چکا ہوں انصاف پسند اور غیر متعصب عیسائی مفکرین بھی صلیبی عقیدے کو خیر باد کہہ کر حضرت مسیح کی طبعی وفات تسلیم کرتے جاتے ہیں اور انجیل کے ان مقامات کو جن میں مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے الحاقی سمجھنے لگے ہیں۔

چنانچہ نیو انگلش بائیبل جو کہ گریٹ برٹن اور سکاٹ لینڈ کے مختلف چرچوں اور چرچ سوسائٹیز کی طرف سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی ہے انجیل لوقا کے آخر سے حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کا ذکر متن سے حذف کر دیا گیا ہے۔ اور انجیل کا ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن

جو ۱۹۴۲ء میں امریکہ سے شائع ہوا ہے اس میں مرقس کے آخر سے وہ بارہ آیات جن میں مسیح کے آسمان پر جانے کا ذکر تھا متن سے خارج کر دی گئی ہیں ۔ اور لوقا کے آخر سے بھی صعود الی السماء کا ذکر حذف کر دیا گیا ہے۔

اور انجیل کی جن عبارتوں میں مسیح کے دوبارہ آنے کا ذکر ہے اُن کی مختلف تاویلیں کی جا رہی ہیں ۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مسیح کے دوبارہ نزول سے مراد چرچ کی وسعت اور ترقی ہے ۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ حواری مسیح علیہ السلام کے کلام کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکے اور انہوں نے اس کا غلط مفہوم بیان کر دیا۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے مشہور مصنف آرچ ڈیکن جناب برکت اللہ صاحب ایم ۔ اے فیلو آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن نے اپنی کتاب ''کلمتہ اللہ کی تعلیم'' (صفحہ ۱۷۵ و صفحہ ۱۸۱) میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے نظریہ سے متعلق یہ اعتراف کیا ہے کہ خداوند مسیح کی آمد ثانی کا خیال حضرت مسیح کے خیالات کا عکس نہیں بلکہ حواریوں کے خیالات کا عکس ہے جو یہودی تصورات کی پیداوار ہے ۔ یہ کتاب پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی نے شائع کی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ

> ''خداوند کے بہت سے ایسے کلمات تھے جن کو سمجھنے سے حواری قاصر رہتے تھے .... ہم جانتے ہیں کہ آمد ثانی کے متعلق انجیل نویسوں نے اپنے سمجھ کے مطابق چند امور کو اس طرح سمجھا جس طرح خداوند نے نہیں فرمایا تھا۔''

پھر انجیل کے بعض مقامات کا بطور مثال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

> ''پس نہایت اغلب ہے کہ شاگرد اس تعلیم کو جو کلمتہ اللہ نے آمد ثانی کے متعلق دی تھی نہ سمجھے ہوں اور اپنے ہم عصروں کے خیالات کے مطابق آپ کے الفاظ کو سمجھ کر ان خیالات کو انجیل میں جگہ دیدی ہو ....
> تاہم یہ امر یقینی ہے کہ یہ فقرات خداوند کے خیالات کا عکس نہیں بلکہ حواریوں کے خیالات کے عکس ہیں۔''

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات ثابت کر کے عیسائیوں کو ایسی شکست فاش دی ہے کہ آپ کے مخالفین کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا۔

غیراحمدیوں کا اعتراف

چنانچہ نور محمد صاحب قادری نقشبندی چشتی لکھتے ہیں کہ:

’’ولائیت کے انگریزوں نے پادریوں کی روپیہ سے بہت مدد کی ۔ اور انہوں نے آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور پادری اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکا ہے اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں اس ترکیب سے اُس نے نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ انکا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ اس نے ہندوستان سے لے کر ولائیت تک کے پادریوں کو شکست دی ۔

(دیباچہ تفسیر القرآن از مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۲،۳۰ مطبوعہ ۱۹۳۴ء)

اس نظریہ کی اشاعت کے بعد کہ عیسائیوں کا مسیح جسے وہ خدائی کا درجہ دیتے ہیں وفات پا گیا ہے پادریوں کو میدان مباحثہ میں ایک احمدی کے سامنے کھڑے ہونے کی جرأت نہیں ہوئی ۔

جن مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے راولپنڈی کے مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں:

’’حیات عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے دین اسلام کے عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے قرآن اور سنت کا مسئلہ ہے جو شخص اس کو نہیں مانے گا وہ قرآن اور سنت کو نہیں مانے گا۔‘‘

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت جولائی ۶۴ء صفحہ ۳۹)

ان مسلمانوں سے پادری عیسیٰ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہ کہتے تھے۔

’’باقی تمام پیوند خاک ہو گئے ۔مگر وہ زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہے گا۔ اہل اسلام کی مسلّمات کی بنا پر وہ ایک زندہ جاوید ہے اور قرآن کہتا ہے **مایستوی الاحیاء ولا الاموات** (فاطر آیت ۲۱) یعنی زندے اور

مردے برابر نہیں۔ پس لاریب وہ افضل ہے تمام کائنات سے۔''

(رسالہ مسیح کی شان صفحہ ۲۰)

ہاں وہ پادری ان سے اعلانیہ یہ کہتے تھے؛

''دیکھو محمدؐ اور مسیح میں کتنا عظیم الشان فرق ہے۔ مسیح کیلئے انجیل اور قرآن گواہی دیتے ہیں کہ وہ آخرت میں وجیہہ ہے اور خدا نے اسے اپنے پاس اٹھا لیا ہے اور یہ عما مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح اب تک آسمان میں زندہ ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ قرآن مسیح کو محمدؐ پر اس امر میں بلند پایہ قرار دیتا ہے کیونکہ وہ آسمان میں ہے۔''

(المسیح فی الاسلام مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷ ترجمہ از عربی عبارت)

ہاں وہ فخریہ طور پر یہ لکھتے تھے کہ ''پہلے مسیح آیا اور اس کا دنیا نے انکار کیا۔ لیکن دوبارہ آمد کے وقت اس کا ایسی حالت میں ظہور ہوگا کہ وہ مبارک اور غالب اور یکتا ہوگا۔ بادشاہوں کا بادشاہ۔ خداوندوں کا خداوند۔ اور وہ اپنے جلال اور مجد کے تخت پر جانشین ہوگا اور تمام مومن اس سے خوش ہوں گے اور وہ انصاف کے ساتھ زمین کی تمام قوموں کی عدالت کرے گا پس تیری آنکھوں کے لئے کیسا ہی خوش نما منظر ہے کہ تو بادشاہ کو اپنی شوکت و رعب میں بیٹھے ہوئے دیکھے۔'' (المسیح آتٍ مطبوعہ مصر)

لیکن کاسر صلیب نے اہل صلیب کو اُن کے شہ رگ سے پکڑا۔ اور یہ اعلان فرمایا کہ جس مسیح کو آسمان پر زندہ خیال کرتے ہو وہ ایک سو بیس سال کی عمر پا کر وفات پا گئے تھے اور سری نگر محلّہ خان یار میں دفن ہیں اور آپ نے مسلمانوں کو بطور وصیت یہ نصیحت کی کہ عیسائیوں سے مناظرات کا پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ در حقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے۔

''جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا............ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ

مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کر دو۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۲)

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ پادریوں کو احمدیوں کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی اور وہ احمدیوں سے مباحثہ کرنے سے گریز کرنے لگے۔ اور احمدیوں سے مباحثات کی ممانعت کے لئے بڑے بڑے پادریوں کی طرف سے خفیہ سرکلر جاری کئے گئے۔

ایک پادری فضل الٰہی جب کئی برس پادری رہنے کے بعد احمدی ہو گئے تو انہوں نے ایک لیکچر میں یہ کہا کہ ’’ہمیں در پردہ یہ حکم تھا کہ مرزائیوں سے قطعاً مناظرہ نہ کرنا‘‘

(مجدد اعظم صفحہ ۴۸۱)

اسی طرح لاٹ پادری بشپ لیفرائے نے لاہور میں ۱۸ مئی ۱۹۰۰ء کو ایک لیکچر دیا جس کا بڑا اثر ہوا بشپ صاحب نے تقریر کے بعد سوالات کی اجازت دی تو حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ان کے اعتراضات کے مسکت جواب دیئے۔ بشپ جوابات سن کر چونک پڑے اور اس کے سوا اور کوئی جواب بن نہ آیا کہ

’’معلوم ہوتا ہے تم مرزائی ہو۔ ہم تم سے گفتگو نہیں کرتے ہمارے مخاطب عام مسلمان ہیں۔‘‘

(الحکم ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء)

اسی طرح ایک غیر از جماعت دوست سلطان احمد صاحب اکاؤنٹنٹ نے جو صوفی محمد رفیق صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی کی پھوپھی کے بیٹے ہیں یہ حلفیہ بیان دیا کہ ۱۹۴۲ء میں پونا چھاؤنی کے ایک امریکن لیفٹیننٹ سے ان کی مذہبی گفتگو ہوئی اور اس نے اسے احمدی خیال کر کے گفتگو سے انکار کر دیا اور انکار کی وجہ دریافت کرنے پر یہ جواب دیا کہ

’’میں امریکن ہوں اور ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کسی احمدی سے بات نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں مسلمان بنا لیں گے۔ سو اب میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔‘‘

(الفضل ۹ فروری ۱۹۵۲ء)

اسی طرح میں نے خود ۱۹۴۶ء میں بحیثیت امام مسجد لنڈن تمام بشپوں اور پادریوں کو ایک مطبوعہ پمفلٹ کے ذریعہ سے جو ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا اور بشپوں اور پادریوں کو بذریعہ ڈاک بھیجا گیا اس موضوع پر مناظرے کی دعوت دی تھی کہ حضرت مسیح ابن مریم صلیب پر وفات پا گئے یا صلیب سے زندہ اتارے گئے؟ مگر ان میں سے کسی کو بھی میرا یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائی پادریوں کے سامنے اپنے مذہب کو سچا اور زندہ ثابت کرنے کے لئے یہ اصول بار بار پیش کیا ہے کہ سچے اور زندہ مذہب کی علامت یہ ہے کہ اس مذہب میں روحانیت اور طاقت بالا ویسی ہی موجود ہو جیسا کہ ابتداء میں دعویٰ کیا گیا تھا اور اس مذہب کی الہامی کتابوں میں جو مومنوں کی علامیں لکھی ہوں۔ وہ اُس مذہب کے بعض افراد میں پائی جاتی ہوں۔

مثلاً انجیل متی ۱۷، ۱۰ میں لکھا ہے:-

''مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا۔''

اور متی ۲۱، ۲۱ میں لکھا ہے:-

''اگر ایمان رکھو اور شک نہ کرو۔ .... تو اگر اُس پہاڑ سے بھی کہو گے کہ تو اُکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یونہی ہو جائے گا اور جو کچھ دُعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تم کو ملے گا۔''

(نیز دیکھو لوقا ۱۷، ۶)

اور انجیل مرقس ۱۶، ۱۷-۱۸ میں ایمان لانے والوں سے متعلق لکھا ہے:-

''وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالیں گے۔ نئی نئی زبانیں بولیں گے ۔سانپوں کو اُٹھالیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پیئیں گے تو انہیں کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو اچھے ہو جائیں گے۔''

اور انجیل یوحنا ۱۴، ۱۲ میں لکھا ہے:-

’’میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بڑھ کر کرے گا۔‘‘

امرتسر کے تحریری و تقریری مباحثہ میں جو ۲۰؍جون ۱۸۹۳ء سے شروع ہو کر ۵؍جولائی ۱۸۹۳ء تک جنگ مقدس کے نام سے جاری رہا جب حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے مقابل مناظر ڈپٹی پادری عبداللہ آتھم سے یہ مطالبہ کیا کہ علاماتِ ایمان مندرجہ اناجیل اپنے وجود میں ثابت کریں تو اُن کو اپنے عجز کا اعتراف کر کے ان علامات کے اپنے وجود میں ثابت کرنے سے صاف انکار کر دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ اور اُن کے انکار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواباً جو کچھ لکھوایا تھا وہ یہ ہے:۔

’’یہ تو مناسب نہیں کہ ایک طرف تو اہل حق کے ساتھ بحیثیت عیسائی ہونے کے مباحثہ کریں اور جب سچّے عیسائی کے نشان مانگے جائیں تو کہیں کہ ہم میں استطاعت نہیں۔ اس بیان سے تو آپ اپنے پر اقبالی ڈگری کراتے ہیں کہ آپ کا مذہب اس وقت زندہ مذہب نہیں ہے لیکن ہم جس طرح پر خدا تعالیٰ نے ہمارے سچے ایماندار ہونے کے نشان ٹھہرائے ہیں اس التزام سے نشان دکھانے کو تیار ہیں۔ اگر وہ نہ دکھلا سکیں تو جو سزا چاہیں دیں اور جس طرح کی چھری چاہیں ہمارے گلے پر پھیر دیں۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۱۵۳و۱۵۵)

اور اسی طرح آپ نے ’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب‘‘ میں عیسائیوں سے متعلق تحریر فرمایا ہے۔:۔

’’روحانی آرام جو خدا کے وصال سے ملتا ہے۔ اس کے بارے میں تو خدا کی دہائی دے کر کہتا ہوں کہ یہ قوم اس سے بالکل بے نصیب ہے۔ ان کی آنکھوں پر پردے اور ان کے دل مردہ اور تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں یہ لوگ سچّے خدا سے بالکل غافل ہیں۔ اور ایک عاجز انسان کو جو ہستی ازلی کے آگے کچھ بھی نہیں ناحق خدا بنا رکھا ہے ان میں برکات نہیں۔ ان کو سچے خدا کی محبت نہیں بلکہ اس سچے خدا کی معرفت بھی نہیں۔ ان میں

کوئی بھی نہیں ہاں ایک بھی نہیں جس میں ایمان کی نشانیاں پائی جاتی ہوں۔اگر ایمان کوئی واقعی برکت ہے تو بے شک اس کی نشانیاں ہونی چاہئیں ۔مگر کہاں ہے کوئی ایسا عیسائی جس میں یسوع کی بیان کردہ نشانیاں پائی جاتی ہوں۔ پس یا تو انجیل جھوٹی ہے اور یا عیسائی جھوٹے ہیں۔ دیکھوقرآن کریم نے جونشانیاں ایمان داروں کی بیان فرمائی ہیں وہ ہر زمانے میں پائی گئی ہیں قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایماندار کوالہام ملتا ہے۔ایماندار خدا کی آواز سنتا ہے۔ایماندار کی دُعائیں سب سے زیادہ قبول ہوتی ہیں ۔ ایماندار پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی ہیں ۔ ایماندار کے شامل حال آسمانی تائیدیں ہوتی ہیں ۔سو جیسا پہلے زمانوں میں یہ نشانیاں پائی جاتی تھیں اب بھی بدستور پائی جاتی ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن خدا کا پاک کلام ہے اور قرآن کے وعدے خدا کے وعدے ہیں۔اُٹھو عیسائیو! اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو۔اگرمَیں جھوٹا ہوں تو مجھے بے شک ذبح کر دو ورنہ آپ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں اور جہنم کی آگ پر آپ لوگوں کا قدم ہے۔''

(صفحہ٦٠،٦١)

مباہلہ اور نشان نمائی کے لئے دعوت

پھر حضرت اقدسؑ نے عیسائی پادریوں کو اپنے مذہب کے زندہ مذہب اور اپنی الہامی کتاب کے سچی زندہ اور کامل کتاب ثابت کرنے کے لئے نیا نشان دکھانے میں مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ

''حضرات عیسائی صاحبوں کے ساتھ ایک آسان فیصلہ کا طریق یہ ہے جو میں زندہ اور کامل خدا سے کسی نشان کے لئے دُعا کرتا ہوں اور آپ حضرت مسیح سے جو آپ کے نزدیک حیّ وقیوم ہے دعا کریں۔اورمَیں اس وقت اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں بالمقابل نشان دکھانے سے

قاصر رہا تو ایک سزا اپنے پر اٹھا لوں گا۔ اگر آپ نے مقابلہ پر کچھ دکھاتا تب بھی سزا اٹھا لوں گا۔''

(روحانی خزائن جلد ٦ بحوالہ جنگ مقدس)

پھر آپ نے عیسائیوں کو روحانی مقابلہ بصورت مباہلہ کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:-

''فریقین اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں اور ان نشانون کے ظہور کے لئے ایک سال کی میعاد قائم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو جس کا مقابلہ فریق مخالف سے نہ ہو سکے تو لازم ہو گا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے........ تو واجب ہو گا کہ نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالے کر دے۔

اور اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں کی طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو تو یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہو چکی ہے۔ چونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اور فتح پانے کی بشارت پا چکا ہوں پس اگر کوئی عیسائی صاحب میرے مقابل آسمانی نشان دکھلاویں یا مَیں ایک سال تک نہ دکھلا سکوں تو میرا باطل پر ہونا کھل گیا۔.......... میری سچائی کے لئے ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو۔ اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ صرف وہی سزا بلکہ موت کی سزا کے لائق ہوں۔''

(روحانی خزائن جلد ٦ صفحہ ٤٨-٤٩)

مگر عیسائیوں میں سے کسی شخص کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ مقابلہ اور مباہلہ اور نشان نمائی کے ذریعہ فیصلہ کے لئے میدان میں نکلتا۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ اور علمیہ و روحانیہ سے ایسے رنگ میں کسر صلیب ہوا کہ اب کوئی پادری احمدیوں کے سامنے کھڑا نہیں ہوسکتا۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک بین ثبوت ہے۔

یقتل الخنزیر

ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم ﷺ نے مسیح موعود کا ایک عظیم الشان کام یقتل الخنزیر قرار دیا ہے یعنی وہ خنزیروں کو قتل کرے گا۔ یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ السلام کی صداقت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جس کام کا انجام دینا مسیح موعود کی طرف منسوب فرمایا ہے وہ آپ کے دست مبارک سے انجام پایا۔ ظاہر ہے کہ یقتل الخنزیر سے ظاہری خنزیروں کا قتل کرنا تو مراد ہو نہیں سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے مامور کی شان کے یہ شایان نہیں کہ وہ ہاتھ میں بندوق لئے یا اپنے آگے پیچھے کتے لئے ہوئے خنزیروں کے شکار کے لئے نکلے اور نہ اس سے دنیا کے سب خنزیر قتل ہو سکتے ہیں اگرچہ وہ اپنی ساری عمران کے شکار میں گذار دے۔ پس قتل خنزیر کے ہمیں تاویلی معنے ہی لینے پڑیں گے اور وہ یہ ہیں کہ حدیث میں خنزیر سے خنزیر طبع یعنی ایسے لوگ مراد ہیں جن میں خنزیروں والی بے حیائی بے شرمی وغیرہ کمینہ و رذیلہ خصلتیں پائی جاتی ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود ایسے خبیث اور نجس معاندین اسلام کو دلائل بینہ وحجِ قویہ سے مغلوب کرلے گا۔ یعنی براہین قاطعہ کی تلوار نہیں قتل کردیگی۔

عربی زبان میں خنزر الرجل اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی انسان خنزیر والے کام کرے اور یہ محاورہ تقریبا ہر زبان میں پایا جاتا ہے کہ جب کوئی انسان کسی حیوان کے سے کام کرے تو اسے اس حیوان کا نام دے دیا جاتا ہے۔ مثلاً بیوقوفی کا کام کرنے والے کو گدھا اور نقال کو بندر اور ایک پلید بدعادت اور بداخلاق کو سؤر کہہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہود کے متعلق فرمایا ہے؛

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ

یعنی ان میں سے اللہ تعالیٰ نے بعض کوتو بندروں کی طرح نقال بنا دیا اور بعض اپنی بد عادتوں اور بداخلاقی کی وجہ سے خنزیر بن گئے ۔ اور آنحضرت ﷺ سے بھی بطور پیشگوئی مروی ہے؛

تکون نی نذعة فیصیر الناس الیٰ علماء هم فاذا هم قردة و خناذیر.

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ حیدر آباد دکن)

یعنی میری امت میں ایک ایسا حادثہ ہوگا جس سے امت کے لوگ گھبرا جائیں گے ۔تب وہ اپنے علماء کے پاس جائیں گے تا وہ ان کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دور کریں تو وہ انہیں بندر اور سؤر پائیں گے ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے شاگردوں سے کہا۔

''پاک چیزیں کتوں کو نہ دو اور اپنے موتی سؤروں کے آگے نہ ڈالو۔''

(متی ۷/۶)

موتیوں سے مراد پاک کلمات اور سؤروں سے مراد پلید آدمی ہیں ۔ اور پھر یہ ایک پیشگوئی ہے اور اکثر پیشگوئی از قبیلِ مکاشفات ہوتی ہیں اور ان میں کنایہ استعارہ اور تشبیہ بکثرت پائے جاتے ہیں ۔مثلاً آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے اس سوال پر کہ آپ کے بعد سب سے پہلے ان میں سے کس کی وفات ہوگی فرمایا اَطْوَ لُکُنَّ یَدًا جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں وہ پہلے وفات پائے گی آپ کی ازواج مطہرات نے اس پیشگوئی کے الفاظ کو ظاہر پر محمول کر کے اپنے ہاتھ ناپے اور حضرت سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے اور یہ سمجھ لیا گیا کہ حضور پرنور کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے حضرت سودہؓ وفات پائینگی ۔ لیکن جب پہلے حضرت زینب نے وفات پائی تو سمجھا گیا کہ پیشگوئی میں طول ید یعنی ہاتھ کی لمبائی سے ظاہری ہاتھوں کی لمبائی مراد نہیں تھی بلکہ سخاوت مراد تھی ۔عربی کے علاوہ فارسی اور اردو میں بھی کشادہ دست اور لمبے ہاتھ سے والے سے مراد لیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نزول مسیح سے متعلق اکثر ارشادات رؤیا اور کشوف ہی ہیں جو تعبیر طلب ہیں ۔ اور خنزیر کی تعبیر معبرین نے یہ لکھی ہے؛

''ومن رای انّه یقاتل خنزیرًا فانه ینازع رجلاً و نیئاً لاخیر فیه

(کتاب الاشارات برحاشیہ تعطیر الانام جلد۲ صفحہ۳۰۳)

یعنی جو شخص دیکھے کہ وہ خنزیر سے مقاتلہ کرتا ہے تو وہ ایک ایسے کمینہ آدمی سے مباحثہ کرے گا جس میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی یعنی وہ ہدایت کو اختیار کرنے والا نہیں ہوگا۔ اسی طرح لکھا ہے:

''الخنزیر رجل ضخم مو سر '' فاسد الدین خبیث الکسب قذر ذوید کافر '' ا و نصرانی'' شدید الشوکة.''

(منتخب الکلام برحاشیہ تعطیر الانام جلد ا صفحہ ۵۱)

یعنی خنزیر سے ایک موٹا ۔خوشحال دین میں فساد ڈالنے والا خبیث پیشہ گندہ طاقتور کافر نصرانی شدید رعب وشوکت والا مراد ہوتا ہے۔

اور خنزیر برّی سے مراد یہ ہے **فیدلّ فیمن کانت له خصومة علیٰ ان عدوہُ رجل '' قویّ ذوباس جاهل قبیح الکلام . و ربّما یعبر الخنزیر برجل من الیهود او النصاریٰ**

اور لکھا ہے؛ **و من رای انّه یقاتل خنزیرًا فانّه یظفر لعدوّ ظالمٍ**

(تعطیر الانام جلد ا صفحہ ۱۹۹)

یعنی خنزیر سے مراد یہ ہے کہ اس کا مخالف دشمن طاقتور ۔لڑنے والا جاہل اور گندہ دہن ہے اور بعض وقت خنزیر سے مراد کوئی یہودی یا نصرانی ہوتا ہے ۔اور خنزیر سے مقاتلہ کرنے سے مراد ظالم دشمن پر کامیابی اور غالب آنا ہوتا ہے۔

اگر یہ تعبیریں ملحوظ رکھی جائیں تو قتل خنزیر سے نصرانی یا غیر نصرانی مذہبی دشمنوں سے جو مفسد بد باطن اور بد زبان ہوں مباحثہ کرنا اور انہیں شکست دینا ہی مراد ہے ۔اور مباہلہ کر کے بد دعا سے انہیں ہلاک کرنا ۔جنگلوں میں جا کر سؤروں کو قتل کرتے پھرنا ہرگز مراد نہیں ۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے بہت سے خنزیروں کو مباحثات میں دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے مغلوب کیا اور بعض آپ کی بد دُعا سے ہلاک بھی ہوئے ہیں ۔ ہلاک ہونے والوں میں سے بطور مثال ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کو پیش کرتا ہوں ۔

یہ شخص عیسائی تھا۔قوی اور طاقتور تھا۔خوشحال تھا۔ دولتمند تھا۔اسلام کا سخت دشمن بے حد مغرور۔متکبّر۔اور سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کی بے انتہا تحقیر و توہین کرنے والا تھا۔ نیو یارک ڈیلی ٹریبون نے اپنے ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں اس کی دولت کا اندازہ کئی ملین ڈالر لکھا تھا اور خود اس کے ذاتی اخبار لیوز آف ہیلنگ نے اس کی اُس وقت کی دولت کا اندازہ چودہ ملین ڈالر سے زیادہ ظاہر کیا تھا۔وہ اپنی مقصد براری کے لئے جھوٹ سے قطعاً پرہیز نہیں کرتا تھا اور اسلام کی تعلیم سے سخت جاہل تھا۔ اس نے اپنے مریدوں سے خطاب کرتے ہوئے اپنے ۲۶ رمئی ۱۹۰۰ء کے اخبار نیوز آف ہیلنگ جلد ۷ میں جو کچھ لکھا ہے اُس کا ترجمہ یہ ہے:۔

''مَیں محمد (ﷺ) کے جھوٹوں کا نفرت کے ساتھ تصور کرتا ہوں (خاکشن بدہن) اگر مَیں ان جھوٹوں کو تسلیم کر لوں تو مجھے یہ ماننا پڑے گا کہ اس مجمع میں یا خدا کی زمین کے کسی قطعہ پر ایک عورت بھی ایسی نہیں جو غیر فانی رُوح رکھتی ہو۔ مجھے یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ تم عورتیں محض وحشی جانور ہو جو ایک گھنٹے یا ایک روز کے لئے کھلونے کے طور پر استعمال ہوسکیں اور تمہارے وجود کو کوئی ابدیت حاصل نہیں جب وحشیانہ شہوت والے درندے تم سے اپنی خواہش پوری کر لیں تو تم کتوں کی موت مر جاؤ۔ یہ تمہارا انجام ہے اور یہ محمّد (ﷺ) کا مذہب ہے۔''

(ترجمہ از انگریزی عبارت)

اور اسی اخبار کی جلد ۸ صفحہ ۳ صفحہ ۴۰۰، ۱۹ر جنوری ۱۹۰۰ء کے پرچہ میں لکھا:۔

''محمڈن ازم ایک بڑی طاقت ہے۔ یہ زبردست مقابلہ کرے گی۔مگر اس کا استیصال کرنا ہے۔''

پھر اُسی اخبار کے ۱۵ر اگست ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں لکھتا ہے: ۔

''محمڈن ازم کا لب لباب عورت کی تذلیل اور اس کے لئے ابدی روح سے محرومیت ہے۔ مسلمانوں کا مذہب عورت کی رُوح کو ابدیت نہیں دیتا............ زائن کے لئے ضروری ہے کہ وہ انسانیت کے دامن

سے اس گھناؤنے دھبّے کو دھوڈالے۔ یروشلم سےس ملعون جھنڈے کو ہمیں اتارنا ہوگا۔ ہلال اور صلیب کے درمیان ایک جنگ عظیم قریب نظر آرہی ہے۔''

یہ جان الیگزینڈر ڈوئی ایک قوی اور طاقتور شخص تھا اس کی قوت کا اقرار اس کے امریکن مخالفین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ امریکہ کے ایک رسالہ انڈی پنڈنٹ میں مسٹر جان اے نپس نے زیر عنوان ''جان الیگزینڈر ڈوئی اور اس کا صیحون۔'' لکھا ہے کہ:۔

''وہ ایک عظیم الطاقت مناظر اور زیرک سکاچ مفکّر ہے۔ وہ استہزاء کا دلدادہ اور گناہوں اور گناہگاروں پر طعن وتشنیع کرنے کا شیدائی اور اپنے کھلے جھوٹ پر نازاں ہے۔ وہ ظاہری قوت کا ایک مجسّمہ ہے۔

(انڈی پنڈنٹ نیویارک جلد ۵۳ یکم اگست ۱۹۰۱ء) اور رسالہ سنچری میگزین جلد ۶۴ صفحہ ۹۲۸ میں لکھا ہے:۔

''یہ وہ انسان ہے جس میں نہایت نادر طور پر جسمانی قوت اور دماغی استعدادیں برابر طور پر جمع ہوگئی ہیں۔''

وہ خود اپنے متعلق اپنے اخبار لیوز آف ہیلنگ ۲۰؍دسمبر ۱۹۰۲ء میں لکھتا ہے:۔

''مَیں ایک نہ تھکنے والے دماغ کا مالک ہوں اور میرا جسم ایک صحت مند جسم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دنیا میں ایسے شخص کم ہی ہوں گے جو میرے ہم عمر ہوں اور میری طرح کام کرتے ہوں۔ اور پھر میرے جیسے قوی ہوں''

وہ اپنے آپ کو نبی اور مبشر اور بادشاہ سمجھتا تھا۔ رسالہ انڈی پنڈنٹ نے ۱۹؍اپریل ۱۹۰۶ء کے پرچے میں ڈوئی کے ایلیا ہونے کے دعوے کا ذکر کرکے اس کا یہ قول لکھا ہے:۔

''پہلا ایلیا تو ایک نبی تھا۔ دوسرا ایلیا یعنی زکریّا کا بیٹا بھی آبائی طور پر ایک مبشّر تھا۔ مگر تیسرا ایلیا (یعنی ڈوئی) نبی بھی ہے۔ مبشّر بھی ہے اور بادشاہ بھی۔ ڈوئی اپنے آپ کو نہ صرف روحانی طور پر بلکہ حسب نسب سے بھی بادشاہ سمجھتا تھا۔''

اور اس ایک عظیم الشان شہر صیحون نام سے جھیل مشی گن کے کنارے پر آباد کیا۔ جہاں اسے پوری حکومت حاصل تھی اور اس سے متعلق ۶ ستمبر ۱۹۰۶ء کے رسالہ منسی میگزین جلد ۲۷ میں مسٹر وورٹاؤن سینڈ لکھتا ہے:-

''جھیل مشی گن کے کنارے پر ایک جدید شہر ابتداء کر کے مسٹر ڈوئی ایک تحصیل کو ہے نہیں بلکہ ایک ریاست کو ایک قوم کو ایک برّ اعظم کو ایک نصف کرّہ کو بلکہ ساری دنیا کو کنٹرول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔''

''جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس دشمنِ اسلام ۔صحت مند ۔ زبردست طاقتور۔قوی ہیکل ۔ دولت مند۔خوشحال ۔ گندہ دہن ۔ کذاب ناپاک نصرانی کے متعلق اطلاع ملی ۔تو آپ نے ۱۹۰۲ء میں پہلی دفعہ اسے چیلنج کیا اور مباہلہ کے لئے بُلایا۔ اِس پر اُس نے ۲۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کے لیوز آف ہیلنگ میں لکھا کہ:-

''ہندوستان میں ایک بیوقوف شخص ہے جو محمدی مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ مجھے بار بار کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کشمیر میں مدفون ہیں ۔ جہاں ان کا مقبرہ دیکھا جا سکتا ہے ۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ اس نے خود وہ دیکھا ہے ۔مگر نے چارہ دیوانہ اور جاہل شخص پھر بھی یہ بہتان لگا تا ہے کہ حضرت مسیح ہندوستان میں فوت ہوئے (واقعہ یہ ہے کہ) خداوند مسیح بیت عیلناہ کے مقام سے آسمان پر اٹھایا گیا جہاں وہ اپنے سماوی جسم میں موجود ہے۔''

اس سے ظاہر ہے کہ وہ کتنا مغرور و متکبّر تھا اور اسے اپنی طاقت اور قوت اور اپنی بڑھتی ہوئی دولت و حشمت اور اپنے ترقی کرتے ہوئے شہر اور اپنے مریدوں کی کثرت پر کتنا گھمنڈ تھا۔مگر وہ اس امر سے بے خبر تھا کہ جسے وہ نعوذ باللہ دیوانہ اور جاہل اور بے وقوف محمدی مسیح کہہ رہا ہے اُس کے ساتھ خدا کا ہاتھ ہے جس کے اشارے سے شہر گر جاتے ہیں ۔ ملک ویران ہو جاتے ہیں اور متکبّرون کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں۔

پھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزی زبان میں ایک چٹھی بصورت اشتہار ۲۳ اگست ۱۹۰۳ کو شائع فرمائی اور اُس میں ڈوئی کو دعوت مباہلہ دیتے ہوئے تحریر

فرمایا:-

''مَیں عمر میں ستّر برس کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے لیکن مَیں نے اپنی بڑی عمر کی کچھ پروا نہیں کی کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں سے نہیں ہوگا بلکہ خدا جو احکم الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کرے گا۔ اور اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا .... تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے۔''

امریکہ اور یورپ کے اخبارات میں اس چٹھی کی اشاعت ہوئی۔ اس وقت ڈوئی اپنے کمال عروج پر تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہایت ہتک آمیز جواب دینے کے بعد تین چار سال میں اس کی ساری شان و شوکت۔ رعب و داب اور اس کی تعلّیاں اور اس کے دنیائے اسلام کے نابود کرنے کی سکیمیں سب خاک میں مِل گئیں۔ اور آخر کار وہ نہایت ذلّت اور حسرت کے ساتھ ۹ر مارچ ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مر گیا۔ اس کی لڑکی جس سے وہ بہت محبت رکھتا تھا جل کر مر گئی اور اس کی بیوی اور اس کا لڑکا اس کی زندگی میں اس سے علیٰحدہ ہو گئے اور پھر لڑکا بھی لاولد ہونے کی حالت میں مر گیا۔ اس کا شہر صیحوں اس کی جائیداد اس کا مال و دولت اس کی عزّت و حشمت اس کے مرید اور ان کی قیادت اور اس کی بدنی صحت جس پر وہ نازاں تھا سب اس سے کھوئے گئے۔

اور شکاگو ٹریبون (۱۰ر مارچ ۱۹۰۷ء نے لکھا:-

''یہ خود ساختہ پیغمبر بغیر کسی اعزاز کے اور بالکل کسمپرسی کی حالت میں مر گیا۔ اس وقت اُس کے پاس نصف درجن سے بھی کم وفادار پیرو موجود تھے۔ اس کے بستر موت پر اس کا کوئی قریبی عزیز نہیں آیا۔ اس کی بیوی اور لڑکا اس عرصہ میں جھیل مشی گن کے دوسری طرف والے مکان بین مکدوہی میں ہی مقیم رہے۔''

اس کی وفات پر رسالہ انڈی پنڈنٹ ۱۴ر مارچ ۱۹۰۷ء نے ایڈیٹوریل میں لکھا کہ:

''وہ اپنی مذہبی اور مالی طاقت میں آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے کمال کو پہنچا مگر پھر یک لخت نیچے آگرا۔ اس حال میں اس کی بیوی اس کا لڑکا اس

کا چرچ سب اس کو چھوڑ چکے تھے۔''

اس موقعہ پر دو اور امریکن اخباروں کا تبصرہ درج کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بوسٹن ہیئر لڈ نے اپنے سنڈے ایڈیشن ۲۳ جون ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی تصویر کا ایک عکس شائع کیا اور مندرجہ ذیل دو جلی عنوانوں کے ساتھ مضمون کو شروع کیا۔

Great is Mirza ghulam ahmad the Messiah foretold pathetic and of dowie.

''یعنی مرزا غلام احمد المسیح ایک عظیم الشان شخص ہے ۔ ڈوئی کی حسرت ناک موت کی اس نے پیشگوئی کی تھی۔''

''۲۳ راگست ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد صاحب آف قادیان انڈیا نے الیگزینڈر ڈوئی موسوم بہ ایلیائے ثانی کی موت کی پیشگوئی کی جو اس مارچ میں پوری ہوگئی۔''

پھر آپؑ کی زلزلوں اور طاعون سے متعلق پیشگوئی کا ذکر کر کے لکھا ہے؛

''آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ ہی وہ مسیح صادق ہیں جو آخری زمانے میں آنے والا تھا اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی تائید سے نوازا ہے ۔ امریکہ میں آپ کا تعارف ۱۹۰۳ء میں ہوا جبکہ آپ نے ڈوئی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اب ڈوئی کی موت کے بعد آپ کی شہرت بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ آپ نے نہ صرف ڈوئی کی موت کی پیشگوئی کی بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ وہ آپ کی زندگی میں مرے گا اور بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ مریگا۔ اس وقت ڈوئی ۵۹ سال کا تھا اور یہ نبی (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ اسلام ۔ناقل) ۷۵ سال کا۔''

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار ۲۳ راگست ۱۹۰۳ء کی پوری عبارت درج کر کے لکھتا ہے؛

''کہ ڈوئی نے پہلے تو اس مشرق بعید سے آنے والے چیلنج کو کوئی پبلک

توجہ نہ دی مگر ۲۶ ستمبر کو اس نے اپنے شہر صیحون کے اخبار میں لکھا ہے ؛
''لوگ بعض دفعہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اِس بات کا یا اُس بات کا جواب دے دیا ہے کہ نہیں۔ جواب کیا ؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دیتا رہوں گا اگر ان پر اپنا قدم بھی رکھ دوں تو ان کی زندگی کو کچل کر رکھ دوں گا۔ مگر میں انہیں اڑ جانے اور زندہ رہنے کا موقع دیتا ہوں۔''
صرف ایک دفعہ اُس نے اس امر کا اظہار کیا کہ گویا وہ مرزا غلام احمد کے وجود سے متعارف ہے۔ اس نے مرزا صاحب موصوف کے متعلق ''بیوقوف محمدی مسیح'' کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے ۱۲/دسمبر ۱۹۰۳ء کو لکھا ؛ اگر میں خدا کا پیغمبر نہیں ہوں تو پھر دنیا کے تخت پر کوئی بھی پیغمبر نہیں'' پھر اپنے ماہ جنوری ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں لکھا؛
''میرا کام یہ ہے کہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو لاؤں اور اس صیحون کے شہر اور دوسری صیحونی بستیوں میں بسا دوں۔ حتی کہ محمڈن لوگ بالکل بہہ جائیں ...... خدا ہم کو یہ وقت جلد عطا کرے۔''
اس پر مرزا صاحب نے اس کو چیلنج کیا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ دوسرے کی زندگی میں تباہ ہو جائے۔ ڈوئی ایسی حالت میں مر گیا کہ اس کے دوست اس کو چھوڑ چکے تھے اور اس کی جائیداد تباہ ہو چکی تھی۔ اس پر فالج اور دیوانگی کا حملہ ہوا اور وہ ایسی حالت میں ایک دردناک موت مرا کہ اس کا صیحون اندرونی تفرقات سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ اب مرزا صاحب جرأت کے ساتھ سامنے آئے اور کہتے ہیں کہ وہ اپنے چیلنج اور پیشگوئی میں جیت گئے ہیں اور ہر طالب حق کو اس سچائی کی قبولیت کی طرف بلاتے ہیں جس کا انہوں نے اعلان کیا تھا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ مصیبت جو ڈوئی پر پڑی ہے وہ خدائی انتقام اور خدائی فیصلہ ہے۔''
اس کے علاوہ ایک اور امریکن اخبار ''دی ٹرتھ سیکر'' نے ۱۵ جون ۱۹۰۷ء کے پرچہ

کے ایڈیٹوریل میں زیرعنوان ''پیغمبروں کی جنگ'' لکھا:

''ڈوئی (حضرت) محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو (نعوذ باللہ) مفتریوں کا بادشاہ سمجھتا تھا۔ اُس نے نہ صرف یہ پیشگوئی کی تھی کہ اسلام صیحون کی ذریعہ تباہ کر دیا جائے گا بلکہ وہ ہر روز یہ دعا بھی کیا کرتا تھا کہ ہلال (اسلامی قومی نشان) جلد از جلد نابود ہو جائے گا۔ جب اس کی خبر ہندوستانی مسیح کو پہنچی تو اس نے اس ایلیائے ثانی کو للکارا کہ وہ مقابلے کو نکلے اور دعا کرے کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔ قادیانی صاحب نے پیشگوئی کی کہ اگر ڈوئی نے اس چیلنج کو قبول کر لیا تو وہ میری آنکھوں کے سامنے بڑے دکھ اور ذلت کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر جائے گا اور اگر اس نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا تو اس کا اختتام کچھ توقف اختیار کر جائے گا۔ موت اس کو پھر بھی جلد پالے گی۔ اور اس کے صیحون پر بھی تباہی آ جائیگی۔ یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ صیحون تباہ ہو جائے اور ڈوئی (حضرت) احمد علیہ السلام کی زندگی میں مر جائے۔ مسیح موعود کے لئے یہ ایک خطرے کا اقدام تھا۔ کہ وہ لمبی زندگی کے امتحان میں اس ایلیائے ثانی کو بلائیں کیونکہ دونوں میں سے چیلنج کرنے والا کم وبیش ۱۵ سال زیادہ عمر رسیدہ تھا اور ایسے ملک میں جو پلیگ اور متعصب مذہبی دیوانوں کا گھر ہو حالات اس کے مخالف تھے۔ مگر آخر کار وہ جیت گیا۔''

پس تعبیری طور پر ڈوئی کی ہلاکت سے آنحضرت ﷺ کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو حضورؐ نے اپنی امت کے مسیح موعود کی نسبت یقتل الخنزیر کے الفاظ میں فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بھی ڈوئی سے متعلق فرماتے ہیں:

''یہ شخص اسلام کا سخت درجہ دشمن تھا............اور حضرت سید النبیین و اصدق الصادقین وخیر المرسلین وامام الطیبین جناب تقدس مآب محمد مصطفیٰ ﷺ کو کاذب اور مفتری خیال کرتا تھا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش

کلمات سے آنجناب کو یاد کرتا تھا۔ غرض بغضِ دین متین کی وجہ سے اُس کے اندر ناپاک خصلتیں موجود تھیں اور جیسا کہ خنزیروں کے آگے موتیوں کی کچھ قدر نہیں ایسا ہی وہ توحید اسلام کو بہت حقارت کی نظر سے دیکھتا۔ اور اس کا استیصال چاہتا تھا۔''

''چونکہ میرا اصل کام کسرِ صلیب ہے اس لئے اُس کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا۔ کیونکہ وہ تمام دنیا سے اول درجہ پر حامی صلیب تھا جو پیغمبر ہونیکا دعویٰ کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میری دعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام نابود ہو جائیگا اور خانہ کعبہ ویران ہو جائے گا سو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اُس کو ہلاک کیا میں جانتا ہوں کہ اس کی موت سے پیشگوئی قتل خنزیر والی بڑی صفائی سے پوری ہوگئی۔ کیونکہ ایسے شخص سے زیادہ خطرناک اور کون ہوسکتا ہے جس نے جھوٹے ہوکر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائی اور جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے اس کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب ایسے لوگ ہوگئے تھے جو بڑے مالدار تھے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا وجود اس کے مقابلہ پر کچھ بھی چیز نہیں تھا۔ نہ اس کی طرح ان کی شہرت تھی اور نہ اس کی طرح کروڑ ہا روپیہ کے مالک تھے پس میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائیگا۔ اگر میں اس کو مباہلہ کے لئے نہ بلاتا اور اگر میں اس پر بددعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حقیت کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا لیکن چونکہ میں نے صدہا اخباروں میں پہلے شائع کر دیا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہوگا۔ میں مسیح موعود ہوں اور ڈوئی کذاب ہے اور بار بار لکھا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ میری زندگی میں حسرت اور ذلت کے ساتھ ہلاک ہو جائیگا چنانچہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہوگیا۔ اس سے زیادہ کھلا کھلا معجزہ جو نبی ﷺ کی پیشگوئی سچا کرتا ہو اور کیا ہوگا۔ اب وہی اس کا انکار کرے گا جو سچائی کا دشمن

ہوگا۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۹ ۔۷۷ ۔۸۰)

اسی طرح حضرت اقدس علیہ السلام نے پنڈت لیکھرام سے متعلق جو پوری صحت والا۔قوی الجثہ جوان تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا شدید ترین دشمن تھا، پرلے درجہ کا گندہ دہن اور بدزبان آریہ تھا یہ تحریر فرمایا:۔

فدعوت علیه فبشرنی ربیّ بموته فی ست سنة

(کرامات الصادقین)

یعنی میں نے اس پر بددُعا کی تو خدا تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ یہ شخص ان بے ادبیوں اور گستاخیوں کی سزا جو اُس نے رسول پاک ﷺ کے حق میں کی ہیں (فروری ۱۸۹۳ء سے) چھ سال کے عرصہ میں ہلاک کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ خبیث الکسب۔ گندہ دہن۔قوی ہیکل۔ کافر حضور کی پیشگوئیوں کے مطابق چھ مارچ ۱۸۹۷ء کو نہایت دردناک طریق سے قتل ہو گیا۔ یہ شخص مذہباً نیوگ کو جو زنا کہ مشابہ ہے جائز سمجھتا تھا۔اور عربی زبان میں کہا جاتا ہے۔ ھُوَ اَزْنیٰ مِنَ الخِنزِیرِ کہ وہ تو خنزیر سے بھی زیادہ بدکار ہے پس اس وجہ سے بھی اور دوسری ناپاک خصائل کے لحاظ سے بھی اس کی ہلاکت آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی **یقتل الخنزیر** کو پورا کرنے والی تھی۔اور یہ عجیب بات ہے کہ جیسے لیکھرام کے متعلق الہام میں ہے:۔

عِجل ”جَسَد“ لَه خَوَار“ کہ یہ ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے۔

خوار بیل کی آواز کو کہتے ہیں۔اور ڈوئی نے نیو یارک میڈیسن اسکوائر گارڈن کے اس جلسہ میں جو تقریر کی تھی جس کی تجویز خود اس نے اسی پرچہ میں شائع کی تھی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متکبرانہ انداز اور گستاخانہ لہجہ میں ایک تحقیر آمیز تحریر لکھی تھی۔ڈوئی کا مؤرخ ”آرتھر کومب“ اس روز کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے ڈوئی کی اس شام کی آواز کو بیل کی ڈکار سے تشبیہ دیتا ہے۔(صفحہ ۲۵۴)

اور جس طرح ڈوئی کا لڑکا لا ولد مرا اور ڈوئی نسلی لحاظ سے ابتر رہا اسی طرح پنڈت

لیکھرام بھی ابتر رہا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا جو اس کے مرنے کے بعد جلد دنیا سے اٹھ گیا۔ اور خدا تعالیٰ کا کلام ان شانئک ھو الابتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن دو شدید دشمنوں سے متعلق کامل تجلّی کے ساتھ پورا ہوا۔

اس جگہ میں دوستوں کے ازدیادِ ایمان کے لئے ایک واقعہ بیان کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں ۔ میرے محترم چچا اور مولوی قمر الدین صاحب کے والد ماجد جناب میاں خیر الدّین صاحب سیکھوانی نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ وہ ایک سؤر پر سوار ہیں اور ایک سؤر کا بچہ آپ کے کندھوں پر ہے ۔ آپ اُسے اتارنے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ نہیں اترتا۔ خواب دیکھنے کا بعد جب آپ قادیان گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی رؤیا سُنائی تو حضور نے فرمایا کہ آپ کسی عیسائی پر فتحیاب ہوں گے۔

اِس کے کچھ عرصہ بعد اطلاع ملی کہ ہمارے گاؤں سیکھواں کے قریب ڈیریوالہ میں حاکم آرہا ہے۔ زمین کے انتقال وغیرہ کے سلسلہ میں متعلقہ لوگ تاریخ مقررہ پر وہاں پہنچ جائیں ۔ تاریخ مقررہ پر محترم چچا صاحب بھی وہاں پہنچ گئے ۔ بہت سے لوگ جمع تھے اور ابھی حاکم نہیں پہنچا تھا۔ مختلف باتیں ہورہی تھیں ۔ وہاں ایک پادری سے گفتگو شروع ہوگئی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلوٰۃ والسلام کے کسرِ صلیب سے متعلق پیش کردہ دلائل دیئے پادری نے دلائل سے عاجز آکر آپ کو ڈانٹا۔ تو آپ نے جوابی طور پر پادری کو بھی ڈانٹ دیا۔ اس پر پادری تو بالکل خاموش ہوگیا۔ سُننے والوں میں سے ایک آریہ بھی تھا۔ اُس نے پادری کو اُکسانا شروع کیا اور کہا کہ پادری صاحب کی بڑی توہین ہوئی ہے اور وہ دعویٰ کریں تو ہم شہادت دیں گے وہ آریہ بار بار یہ بات کہے جاتا تھا تا پادری جوش میں آجائے ۔ مگر پادری خاموش تھا۔ آپ اس آریہ کو یہ جواب دیتے تھے کہ مَیں نے جو کچھ کہا ہے وہ جوابی طور پر کہا ہے ۔ پادری کی غلطی ہے جو بلاوجہ مجھے ڈانٹا۔ جس پر مجھے بھی اسے ڈانٹنا پڑا۔ مگر آریہ اپنی بات دہراتا یہ چلا جاتا تھا۔ اِس پر انہیں اپنا خواب یاد آگیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعبیر بھی ۔ پس وہ سمجھ گئے کہ سؤر اور سؤر کے بچے سے کیا مراد تھی ۔

غرض حدیث کی پیشگوئی میں یقینی طور پر قتلِ خنزیر سے ایسے ہی شدید مخالفینِ اسلام کا دلائل و براہین کی رُو سے قتل اور بذریعہ دُعا ان کا ہلاک کرنا مراد تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے

آنحضرت ﷺ کی یہ پیشگوئی قتل خنزیر والی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ نہایت صفائی سے پوری ہوگئی جو آپ کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے۔

وَ اِمَا مُکُمْ مِنکُم

سیدنا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے آنے والے ابن مریم سے متعلق پہلے اِمَامًا مَهْدِیًّا فرمایا۔ پھر اس کے عظیم الشان دینی کاموں کا ذکر کر کے اس کے لئے وَ اِمَا مُکُمْ مِنکُمْ کے الفاظ استعمال فرمائے یعنی آنے والا ابن مریم تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے مراد نہیں ہو سکتے بلکہ امت محمدیہ ہی کا ایک فرد مراد ہے جسے آنحضرت ﷺ نے بعض مناسبتوں کی وجہ سے مسیح ابن مریم کے خطاب سے نوازا ہے اور اس کے خلاف جن علماء نے یہ خیال کیا کہ اما مکم منکم میں امام سے مراد مسیح موعود نہیں بلکہ ان کے سوا کوئی اور امام یعنی مہدی مراد ہے تو ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں وا مامکم منکم کی بجائے فامّکم منکم یعنی وہ آنے والا ابن مریم تمہارا امام ہوگا جو تمہیں میں سے ہوگا۔ کے الفاظ آئے ہیں ان الفاظ فامّکم منکم کی تشریح بحوالہ ابن ابی ذئب صحیح مسلم میں یہ لکھی ہے؛

فامّکم بکتاب ربّکم عزّو جلّ و سنّة نبیّکم صلی الله علیه و سلم

یعنی آنے والے ابن مریم تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق تمہاری امامت کریں گے۔ اور مسلم احمد بن حنبلؒ کی روایت میں ابن مریم سے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِمَا مًا مَهْدِیًّا فرمایا ہے کہ وہ امام مہدی ہونگے۔ اور امامکم منکم کی تشریح میں علامہ نواب قطب الدین خان فرماتے ہیں؛

> ''اگر کوئی یہ کہیکہ امامکم منکم سے کوئی اور امام مراد ہے۔ تو ایک بے ثبوت بات ہے اور متقدین نے تسلیم کرلیا ہے کہ امامکم منکم سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہیں۔''

(مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۴ صفحہ ۳۸۵)

پس نامّکم منکم اور امامکم منکم میں مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ آنے والے مسیح کو

ابن مریم تو کہا گیا ہے لیکن اے مسلمانوں ! اس سے حضرت عیسیٰ اسرائیلی نبی مراد نہ لے لینا بلکہ آنے والا تمہیں میں سے یعنی امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا ۔ اور آنحضرت ﷺ کے اس فرمان واما مکم منکم میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی حالت اس وقت اس حد تک گر چکی ہوگی کہ وہ اپنے آپ کو اس لائق ہی نہیں سمجھیں گے کہ ان میں سے کسی کو مسیحیت کا مقام حاصل ہوسکتا ہے ۔ وہ یہ اقرار تو کریں گے کہ ہم یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں مگر آنیوالے مسیح سے متعلق یہ خیال کریں گے کہ وہ اسرائیلی ہوگا اور اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھیں گے کہ ان میں سے بھی کوئی مسیح بن سکتا ہے اور یہ ان کی انتہائی پستی اور ذلت اور انحطاط کی علامت ہوگی ۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے واما مکم منکم فرمایا تا ظاہر ہو کہ امتِ محمدیہ ہی یہود اور نصاریٰ کی طرح بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو جائیگی اور اس کی اصلاح اور نشاۃ ثانیہ کے لئے جو مسیح ابن مریم اور امام آئیگا وہ بھی امت محمدیہ میں سے ہی ہو گا ۔

اس زمانے کے اکثر علماء مولانا مودودی کی طرح یہ خیال کر رہے ہونگے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرتا جیسا کہ مودودی صاحب نے تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کے دس سوالوں یا نکات کے جوابات دیتے ہوئے حدیث **لقد کان فیمن قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکولوا انبیاء فان یک من امتی احد نعم** ۔ کی تشریح میں لکھا تھا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امت محمدیہ میں

”نبی ہی نہیں بلکہ مکلم اور محدث بھی کوئی نہیں ہوسکتا ۔“

گویا اسلام کی تعلیم پر دل وجان سے عمل کرنے والے اس لائق نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہمکلام ہو ۔ فرشتے انہیں الہام کریں ۔ بنی اسرائیل میں تو ایسے کئی بزرگ مرد ہی نہیں بلکہ ایسی بزرگ عورتیں بھی ہوئی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور جن پر فرشتے نازل ہوئے ہیں مگر امتیانِ افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں جنکو جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر امت کے خطاب سے عزت بخشی ہے کوئی مرد بھی ایسا نہیں ہوسکتا جس سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہو اور جسے وہ اپنے لذیز اور پر شوکت کلام سے مشرف کرے ۔ گویا امت محمدیہ مکالمہ

مخاطبہ الٰہیہ اور روحانی انعامات وحی والہام اور کشوف اور رؤیائے صادقہ سے بکلی محروم ہے۔

لیکن برخلاف اس کے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کی عظمت اور امت محمدیہ کی قدر ومنزلت قائم کرنے اور دنیا کی اصلاح و ہدایت کی غرض سے جسے مبعوث فرمایا۔ اور جس کے لئے **امامکم منکم** کی شہادت دی تھی کہ وہ امام امت محمدیہ کی روحانی پستی اور انحطاط کے وقت امت محمدیہ میں سے ہی ظاہر ہوگا اس جلیل القدر و عظیم الشان مصلح آسمانی وامام ربانی نے دل کشا و روح افزا مژدہ سنایا کہ؛

''ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانے میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے اُس کے تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔''

(الوصیت)

پھر یہ ذکر کر کے کہ قرآن مجید نے ابتداء ہی میں **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** کی دعا سکھا کر اس طرف اشارہ کر دیا تھا۔ کہ وہ تمہیں ان نعمتوں کا مورد بنائے گا جو پہلوں کو دی گئی تھیں جو نبی رسول صدیق شہید اور صالح تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس مامور نے فرمایا کہ؛

> ''اپنی ہمتیں بلند کرو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں .... اے سست اعتقادو! اور کمزور ہمتو! کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ تمہارے خدا نے جسمانی طور پر تو بنی اسرائیل کے تمام ممالک کا تمہیں قائم مقام کر دیا مگر روحانی طور پر تمہیں قائم مقام نہ کر سکا بلکہ خدا کا تمہاری نسبت اُن سے زیادہ فیض رسانی کا ارادہ ہے۔ .... خدا تمہیں نعمتِ وحی اور الہام اور مکالمات اور مکاطبات الٰہیہ سے ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔ وہ تم پر سب نعمتیں پوری کرے گا۔ جو پہلوں کو دی گئیں۔''
>
> (کشتی نوح صفحہ ۳۸)

اور فرمایا کہ جو روحانی شربت موسیٰ اور عیسےٰ اور دوسرے انبیاء کو پلایا گیا سید الانبیاء فخر المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین

’’وہی شربت نہایت کثرت سے نہایت لطافت سے نہایت لذت سے پیتے ہیں اور پی رہے ہیں ۔ اسرائیلی نور اُن میں روشن ہیں ۔ بنی یعقوب کے پیغمبروں کی ان میں برکتیں ہیں سبحان اللہ ثم سبحان اللہ ! حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کسی شان کی نبی ہیں اللہ اللہ ! کیا عظیم الشان نور ہے جس کے ناچیز خادم جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ امت جس کے احقر سے احقر چاکر مراتب مذکورہ تک پہنچ جاتے ہیں ۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۴۷)

اور سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت فیض کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ؛

’’اور وہ خاتم الانبیاء ہے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ ان سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے ۔ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا ۔ اور اُس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا ۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے ۔ جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت میں چھوڑنا نہیں چاہا ۔ اور اُن پر وحی کا دروازہ جو حصولِ معرفت کی اصل جڑ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا ۔ ہاں اپنی رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص امتی نہ ہو اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو ۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا ۔‘‘

(حقیقت الوحی صفحہ ۲۷، ۲۸)

پس امامکم منکم میں اس طرف اشارہ تھا کہ امت محمدیہ جو خیر الامم ہے اس کی اصلاح اور دین اسلام کا دوسرے ادیان پر غلبہ ظاہر کرنے کے لئے جو امام آئے گا وہ اسی

امت میں سے آئے گا۔ اور وہ دلائل عقلیہ ونقلیہ اور نشانات سماویہ سے اسلام کی عظمت دنیا میں دوبارہ قائم کرے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور وہ دین اسلام جس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ؛

بگڑی ہے کچھ ایسے کہ بنائے نہیں بنتی

ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضاء ہے (حالی)

اور کہا جاتا تھا۔ ع

امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں (اقبال)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اسلام کو ایک زندہ دین اور آنحضرت ﷺ کو ایک زندہ نبی اور قرآن مجید کو ایک زندہ کتاب ثابت کر دیا۔ خشک اور سنگلاخ بیابانوں ویران اور سنسان مکانوں ۔ جلے اور اجڑے ہوئے باغوں کو سرسبز و شاداب، فرحت انگیز و دل آویز بنا دیا۔ اور تاریک دلوں کو نورِ ہدایت سے منور کر دیا اور بالہام الٰہی فرمایا؛

’’بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان برمنار بلندتر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔‘‘

(تذکرہ صفحہ۱۰۲)

تیری ماموریت کا وقت آ گیا اور مسلمانوں کا قدم اب بلند تر مینار پر نہایت مضبوطی سے قائم ہو جائے گا۔ یعنی اب مسلمانوں کی حالت اوج اور ترقی کی طرف رجوع کرے گی اور روز بروز بہتر سے بہتر ہوتی جائے گی اور آخر کار ساری دنیا پر آنحضرت ﷺ کا پاک و مقدس اور نبیوں کا سردار ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

اور اسلام کی فتح کی امید دلاتے ہوئے فرمایا؛

’’سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور رشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے۔‘‘

(فتح اسلام صفحہ۱۱)

پس امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے سے آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کے وقار و عظمت کا دنیا میں دوبارہ قائم ہو جانا اور آپ کی جماعت کا دنیا کے مختلف مما لک میں تبلیغی مشن قائم کرنا اور مساجد بنانا اور اسلام کی تمام دیگر ادیان پر برتری

ثابت کرنا آپ کے مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

نشان نمائی میں مقابلہ کیلئے دعوت

اور

آپ کے دو عظیم الشان نشان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کا ایک بڑا زبردست ثبوت وہ ہزارہا نشانات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپکے ہاتھ پر ظاہر فرمائے اور وہ صدہا علم غیب پر مشتمل پیشگوئیاں ہیں جو اپنی کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے بجز خدا کے فرستادہ اور رسول کے کسی اور پر منکشف نہیں کی جاتیں حضور فرماتے ہیں۔

''خدا کے عظیم الشان نشان بارش کی طرح میرے پر اُتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں میرے پر کھل رہی ہیں۔ ہزاروں دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں اور تین ہزار سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے............ اور مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے کہ اگر کوئی سخت دل عیسائی یا ہندو یا آریہ میرے ان گذشتہ نشانوں سے جو روز روشن کی طرح نمایاں ہیں انکار بھی کر دے اور مسلمان ہونے کے لئے کوئی اور نشان بھی چاہے اور اس بارے میں بغیر کسی بیہودہ حجت بازی کے جس میں بدنیتی کی بو پائی جائے سادہ طور پر یہ اقرار بذریعہ کسی اخبار کے شائع کر دے کہ وہ کسی نشان کے دیکھنے سے گو کوئی نشان ہو لیکن انسان طاقتوں سے باہر ہو اسلام کو قبول کر لے گا تو میں امید رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو گا کہ وہ نشان دیکھ لے گا کیونکہ میں اس زندگی میں سے نور لیتا ہوں جو میرے نبی مطبوع کو ملی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ اب اگر عیسائیوں میں کوئی طالب حق ہے۔ یا ہندوؤں اور آریوں میں سے سچائی کا متلاشی ہے تو

میدان میں نکلے اور اگر اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے تو بالمقابل نشان دکھلانے کے لئے کھڑا ہو جائے۔ لیکن میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہ ہوگا بلکہ بدنیتی سے پیچ در پیچ شرطیں لگا کر بات کو ٹال دیں گے کیونکہ ان کا مذہب مردہ ہے اور کوئی انکے لئے زندہ فیض رساں موجود نہیں جس سے وہ روحانی فیض پاسکیں اور نشانوں کے ساتھ چمکتی ہوئی زندگی حاصل کرسکیں۔

اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کا انعام پاتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱ بحوالہ تریاق القلوب)

میں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ان دو پیشگوئیوں کا ذکر کرتا ہوں جو دو بڑے مذاہب کے دو وکیلوں سے متعلق کی گئی ہوں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ زندہ نبی ہیں اور اسلام زندہ مذہب ہے۔ کیونکہ ان دونوں پیشگوئیوں سے یہی دونوں امور ثابت کرنا مقصود تھا۔ اور یہ ایسی عجیب پیشگوئیاں ہیں جو سیدنا حضرت نبی اکرم ﷺ کی دو عظیم الشان پیشگوئیوں کو یاد دلا کر اہل دل کی روحیں تازہ کر دیتی ہیں۔ ان پیشگوئیوں میں سے ایک جمالی رنگ کی ہے اور دوسری قہری و جلالی رنگ کی۔ پہلی پیشگوئی تو عیسائی مذہب کے وکیل پادری ڈپٹی عبداللہ آتھم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور دوسری آریہ مذہب کے وکیل پنڈت لیکھرام سے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پادری ڈپٹی آتھم کے مابین ایک تحریری و تقریری مباحثہ ہوا تھا جو ۲۰/مئی ۱۸۹۳ء سے لے کر ۵/جون ۱۸۹۳ء تک یعنی پندرہ دن تک امرتسر میں ہوتا رہا تھا۔ مباحثہ کے آخری دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالہامِ الٰہی اپنے فریق

مقابل سے متعلق یہ پیشگوئی فرمائی کہ وہ روزِ ختمِ مباحثہ سے ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے ۔ اس پیشگوئی کے بعد ڈپٹی عبداللہ آتھم میں ایسی تبدیلی پیدا ہوگئی کہ اس نے مسلمانوں سے مباحثہ کرنے اور اسلام کے رد میں کتابیں لکھنے اور اسلام اور نبی اسلام کی توہین کرنے کی قدیم عادت یک لخت چھوڑ دی ۔اور پیشگوئی کی میعاد میں بے ادبی کا ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے نہ نکالا اور پیشگوئی کی سچائی کے خوف اور اس کی عظمت سے دہشت زدہ ہوکر غربت اور مسکینی اور خاموشی اختیار کر لی ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جو رحیم و کریم ہے اپنی الہامی شرط اور اپنی سنّت مستمرہ کے مطابق کہ جن پر عذاب نازل ہونے کی اطلاع دی ہو ان کے رجوع بحق ہونے پر انہیں مہلت ضرور دیا کرتا ہے ۔ پادری عبداللہ آتھم کو بھی کچھ مہلت دے دی اور حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کو بذریعہء الہام اس کے رجوع سے مطلع فرما دیا۔ جس کی بنا پر آپ نے اُس سے ان الفاظ میں قسم کھانے کا مطالبہ کیا کہ

> ’’پیشگوئی کے دنوں میں مَیں نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور ہرگز اسلام کی عظمت میرے دل پر مؤثر نہیں ہوئی اور اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو اے قادر خدا ایک سال تک مجھ کو موت دے کر میرا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر۔‘‘

اور اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ اعلان بھی فرما دیا کہ

> ’’اگر آتھم کو عیسائی لوگ ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں اور ذبح بھی کر ڈالیں تب بھی وہ قسم نہیں کھائیں گے۔‘‘

اور ان کے جھوٹی قسم کھانے کی صورت میں یہ فرمایا:-

> ’’اگر آتھم نے جھوٹی قسم کھالی تو ضرور فوت ہو جائیں گے۔‘‘

مگر آتھم نے باوجود اس کے کہ قسم کھا لینے کی حالت میں اس کو چار ہزار روپیہ انعام دیئے جانے کا اعلان بھی کر دیا گیا قسم کھانے سے انکار کر کے عمداً اخفائے حق پر اصرار کیا اور یہ شہادت نہ دی کہ اُس نے پیشگوئی سے ڈر کر کسی قدر اپنی اصلاح کر لی تھی ۔ بلکہ حق کو چھپا کر مخلوق کو دھوکا دینے کا مرتکب ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جیسے اُسے بڑے ہاویہ سے جو موت سے تعبیر کیا گیا تھا اس کے رجوع الی الحق کی وجہ سے کچھ مدت کے لئے بچا لیا تھا ویسے ہی

اخفائے حق پر اصرار کے جُرم میں اُسے جلد پکڑ لیا اور موت کا مزا چکھا دیا۔
دوسری پیشگوئی پنڈت لیکھرام سے متعلق تھی جو ایک گندہ دہن۔ مفسد۔ خدا اور اس کے رسول کا شدید دشمن تھا اور سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بے حد توحین و تحقیر کیا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

فَدَعَوْتُ عَلَیْہِ فَبَشَّرَ نِیْ رَبِّیْ بِمَوْتِہٖ فِیْ سِتّ سِنِیْنَ

(نزول المسیح)

یعنی مَیں نے اس پر بددُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ یہ شخص ان بے ادبیوں اور گستاخیوں کی سزا میں جو اس نے رسول پاک ﷺ کے حق میں کی ہیں۔ ۲۰رفروری ۱۸۹۳ء سے لے کر چھ سال کے عرصہ میں ہلاک کیا جائے گا اور اس کے متعلق بذریعہ الہام یہ خبر بھی دی کہ

"عِجْل" جَسَد" لَہٗ خَوَار". لَہٗ نَصَب" وَ عَذَاب"."

یعنی یہ ایک بے جان گوسالہ ہے جس سے مارے جانے کے وقت گوسالہ سامری کی آواز کی مثل ایک آواز نکلے گی اور اس کے لئے نصب اور عذاب ہے۔

عربی زبان میں کہا جاتا ہے نَصَبَ فُلَان"لِفُلَانٍ یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص پر اس کی جان لینے کے لئے حملہ کر دیا اور ازراہِ دشمنی اس کے فنا کرنے کے لئے پوری پوری کوشش کی اور خوار کا لفظ بیل کی آواز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ انسان کے لئے اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی مقتول قتل ہونے کے وقت گوسالہ کی طرح آواز نکالتا ہے

(لسان العرب) اور پنڈت لیکھرام پیشگوئی کے مطابق نہایت دہشتناک طریق سے قتل کیا گیا۔ چھ بجے شام کو قاتل نے اُسے کاری زخم لگایا۔ اور اس کی انتڑیوں میں چھُرا گھمایا۔ اور وہ ہائے ہائے کرتا زور سے چلّایا۔ پھر اُس پر اپریشن کی چھُری چلی۔ اور ساری رات دردناک عذاب میں مبتلا رہ کر صبح کو مر گیا۔

لیکھرام کی ہلاکت سے متعلق یہ پیشگوئی اتنی واضح طور سے پوری ہوئی کہ تخمیناً تین ہزار مسلمانوں اور ہندوؤں نے ایک محضرنامہ پر جو ہماری طرف سے تیار ہوا تھا اپنی قلم سے

گواہی ثبت کر کے ثابت کر دیا کہ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے ظہور میں آئی ہے اور ان کو جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر قتل کی سازش کا الزام لگایا تھا حضور نے اس طریق فیصلہ کی طرف بلایا۔

''کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبت ناک عذاب ہو۔ مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصوّر ہو سکے پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری دعا سے بچ گیا تو مَیں مجرم ہوں اور اس سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہیئے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے چھڑا دے تو اس طریق کو اختیار کرے۔ یہ طریق نہایت سادہ اور راستی کا فیصلہ ہے۔''

(سراجِ منیر صفحہ ۲۹)

لیکن کسی آریہ کو ہمّت نہ ہوئی کہ وہ اس طریق فیصلہ کو منظور کرتا۔

اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بھی دو نشانِ صداقت ایسے دیئے ہیں جن میں سے ایک دشمن کے قدرے رجوع الی الحق کرنے پر اُسے کچھ مہلت مل گئی اور دوسرے میں دشمن کے رجوع الی الحق نہ کرنے کی وجہ سے وہ بغیر کچھ مہلت ملنے کے عذاب الٰہی کا نشانہ بن گیا۔ ان میں سے پہلا یہ ہے کہ حضرت نبیِ کریم ﷺ نے ہرقل قیصر روم کو جو ایک عیسائی بادشاہ تھا دعوتِ اسلام کا خط لکھا تھا۔ امام بخاری کی روایت کے مطابق اس خط میں حضورؐ نے اُسے اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرمایا: ''اَسْلِمْ تَسْلَمْ'' یعنی اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اگر تم نے یہ دین قبول کر لیا تو پھر سلامت رہو گے اور بے وقت موت اور تباہی سے بچ جاؤ گے حضور کے اس ارشاد میں قطعی طور پر اس کی ہلاکت اور تباہی کا اظہار نہ تھا بلکہ شرطی طور پر تھا صحیح بخاری کی حدیث سے ظاہر ہے کہ ہرقل قیصر روم نے کسی قدر حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اور یہ رجوع اس کی گفتگو سے ظاہر ہے جو اس نے

ابوسفیان سے کی تھی (ابوسفیان ان دنوں بحالت کفر ملک شام میں گئے ہوئے تھے اور دربار میں بلائے گئے تھے) ہرقل نے اُن سے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے متعلق کچھ سوالات کیئے تھے اور ان کے جوابات سننے کے بعد اس نے کہا تھا؛

فَاِنق کَانَ ما تَقُوْلُ حَقًّا فَسَیَمْلِکُ مَوْضِعَ قَدَمَیَّ حَاتَیْنِ .... وَلَوْکُنْتُ عِنْدَہٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَ مَیْہِ.''

اے ابوسفیان! اگر یہ باتیں جو تم نے بتائی ہیں سچی ہیں تو وہ نبی جو تم میں پیدا ہوا ہے اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جس جگہ یہ میرے دونوں قدم ہیں مجھے تو یہ علم تھا کہ وہ عنقریب ظاہر ہونے والا ہے مگر مجھے یہ خبر نہ تھی کہ وہ تم میں سے ظاہر ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ میں اس کی ملاقات کر سکتا ہوں تو ضرور اس سے ملاقات کرتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو میں اُس کے پاؤں دھویا کرتا۔

اور ابوسفیان کو یہ واقعہ دیکھ کر کہنا پڑا تھا۔ کہ

''لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنُ اَبِیْ کَبْشَۃَ وَ اِنَّہٗ یَخا فُہٗ مَلِکُ بَنِی الْاَصْفَرِ.''

یعنی محمد (ﷺ) کا معاملہ تو بہت بڑا ہو گیا ہے۔ اب تو قیصرِ روم بھی اس سے ڈرتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضورؐ کا نامہ مبارک سن کر ہرقل قیصر روم نے حق یعنی اسلام کی طرف رجوع کیا تھا اور دل میں خوف کھایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے مہلت دی گئی اور اس کی سلطنت پر جلد تباہی نہیں آئی۔ اور وہ خود بھی جلد تر ہلاک نہیں ہوا۔ لیکن جو رجوع اُس نے کیا تھا اُس پر وہ قائم نہیں رہ سکا اور جب اس کے صاحب شوکت و حشمت عیسائی اراکین دربار اس کی باتوں کے متحمل نہ ہو سکے اور اُن میں اس کے خلاف سخت برہمی اور جوش پیدا ہو گیا یہاں تک کہ وہ پرزور احتجاج سے بھی باز نہ رہ سکے تو ہرقل گھبرا گیا۔ اور اس نے اپنے معزز و طاقتور درباریوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے اصل حقیقت چھپائی اور ان کو مطمئن کرنے کے لئے یوں بات بنائی کہ میں تو تمہارے ایمان کی آزمائش کرنا چاہتا تھا کہ تم اپنے

مذہب عیسائیت پر کس قدر مستحکم ہو۔ اس لئے وہ کچھ مہلت پانے کے بعد جو حق کی طرف قدرے رجوع کرنے کے نتیجے میں اس کو ملی تھی پکڑا گیا۔ اور رجوع الی الحق کے معاملہ میں قیصر روم کا حال پادری عبداللہ آتھم کے حال سے بالکل مشابہ ہے دونوں نے حق کی طرف قدرے رجوع کرنے کہ وجہ سے کچھ مہلت پالی اور پھر دونوں سچی گواہی کو پوشیدہ کرنے کی وجہ سے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔

آنحضرت ﷺ کا دوسرا نشان صداقت جس میں دشمن رجوع الحق نہ کرنے پر بغیر مہلت پانے کے ہلاک ہو گیا تھا۔ کسریٰ یعنی خسرو پرویز شہنشاہ ایران کا واقعہ ہے کہ وہ حضور کا نامہ مقدس پہنچے پر غیظ غضب سے بھر گیا اور اس نے صوبہ یمن کے گورنر کو ایک تاکیدی فرمان بھجوا دیا کہ اس شخص کو جو مدینہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے بلا توقف گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ گورنر نے دو مضبوط فوجی افسر اس حکم کی تعمیل کے متعین کئے جب انہوں نے مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کو کسریٰ کا پیغام پہنچایا تو حضورؐ نے فرمایا میں کل اس کا جواب دوں گا۔ اور حضور نے اس پر بددعا کی جب وہ افسر دوسری صبح کو حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے خدا نے آج رات تمہارے خداوند کو اس کے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے قتل کرا دیا ہے۔ جب یہ افسر گورنر یمن کے پاس واپس پہنچے اور حضور کا جواب اسے سنایا تو اسے یہی مناسب معلوم ہوا کہ چند روز پایہ تخت کی ڈاک کا انتظار کر لیا جائے۔ جب ڈاک پہنچی تو اُس میں گورنر کے نام خسر پرویز کے ولی عہد کا خط ملا کہ میرا باپ خسرو چونکہ ظالم تھا اس لئے میں نے اسے قتل کر دیا ہے اب تم مجھے اپنا شہنشا سمجھو۔ اور نبی عرب کی گرفتاری کے لئے جو میرے باپ نے تمہیں لکھا تھا اس حکم کو بالفعل ملتوی رکھو۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ ہرقل قیصر روم کا واقعہ پادری عبداللہ آتھم کے واقعہ سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ کسریٰ خسرو پرویز شہنشاہ ایران کا واقعہ پنڈت لیکھرام کے واقعہ سے اور جس طرح مطابق ایک اخباری روایت کے کسی ہندو جو اپنے آپ کو نومسلم قرار دیتا اور شدھ ہو کر نو آریہ بننا چاہتا تھا لیکھرام کے پیٹ پر حربہ چلایا اسی طرح کسریٰ (شاہ ایران) کے بیٹے شیرویہ نے کسرٰی کے پیٹ پر حربہ چلایا۔ اور ان دونوں کے ہلاک ہونے کی خبر اس وقت دی گئی تھی جبکہ کسی کو ان کی ہلاکت کا خیال بھی نہ تھا۔

اور جس طرح ہرقل قیصر روم و خسرو کسرائے ایران میں سے ہرقل نے جو عیسائی تھا رجوع الی الحق کرنے کی وجہ سے مہلت پائی اور پھر طبعی موت سے مرا تھا لیکن خسرو پرویز کسرائے ایران نے جو عیسائی نہیں تھا رجوع الی الحق نہ کرنے کی وجہ سے مہلت نہیں پائی تھی اور جلد ہی قتل کر دیا گیا تھا اسی طرح پادری عبداللہ آتھم اور پنڈت لیکھرام میں سے عبداللہ آتھم نے جو عیسائی تھا رجوع الی الحق کرنے کی وجہ سے مہلت پائی اور پھر طبعی موت سے مرا لیکن لیکھرام سے جو عیسائی نہیں تھا نہ صرف یہ کہ اُس نے رجوع الی الحق نہیں کیا بلکہ اپنی ہلاکت کی پیشگوئی سن کر بے انتہا فروختگی اور بے باکی دکھائی اور قبل ازیں جوش غیظ و غضب سے از خود رفتہ ہو کر وہ پیشگوئی بھی شائع کر چکا تھا کہ ہمارا الہام یہ کہتا ہے کہ تینسال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا اور آپ کی ذریت میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۰۱)

اس کی اس بے باکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُسے مہلت دینے کی بجائے مدت مقررہ چھ سال پورے ہونے سے بھی قریباً دو سال پہلے ہی ہلاک کر دیا۔ اور جیسے کسریٰ کے قتل کی خبر پہنچنے پر اسے ایک نشان الٰہی سمجھ کر یمن کے بہت سے لوگ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے تھے اسی طرح لیکھرام کے قتل کا نشان ظاہر ہونے کے بعد جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں ؛

''یہ یقینی امر ہے کہ تیس ہزار کے قریب لوگ اس پیشگوئی کو دیکھ کر ایمان لائے۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۶ بحوالہ تریاق القلوب)

اور جیسے کسریٰ کا مارا جانا ایک بڑا معجزہ تھا کیونکہ وہ رسول پاک ﷺ کا سخت دشمن تھا اور اس نے آپ کی جان پر حملہ کرنا چاہا تھا ویسے ہی لیکھرام بھی رسول پاک ﷺ کا سخت دشمن اور پرلے درجے کا زبان دراز اور بدگو تھا۔ اور اُس نے آنحضرت ﷺ کی مقدس شان اور راستبازی کے پاک چشمہ پر حملہ کرنا چاہا تھا۔ اس لئے خدا نے جو اپنے پیاروں کے لئے غیرت مند ہے کسریٰ کے واقعہ کے تیرہ سو برس بعد بھی اپنے پاک نبی کی عزت اور راستبازی کی حمایت کے لئے لیکھرام کی موت سے وہ معجزہ دوبارہ دکھلایا جو فارس کے پایہ تخت اور خاص ایوان شاہی میں شیرویہ کے ہاتھ سے دکھلایا گیا تھا۔ اس سے ہر ایک انسان

یہ سبق حاصل کرسکتا ہے کہ خدا کے پیاروں اور برگزیدوں کی عزت یا جان پر حملہ کرنا اچھا نہیں خصوصاً حضرت محبوب رب العالمین سیدالاولین والآخرین خاتم النبیین ﷺ کی ذات بابرکات پر ؎

خدا خود سوزد آں کرم دنی را
کہ باشد از عدّوانِ محمد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ ذکر کر کے کہ حدیث شریف اذا ھلک کسریٰ فلاکسریٰ بعدہ۔ یعنی جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو دوسرا کسریٰ پیدا نہیں ہوگا جو ظلم اور جورو جفا میں اس کا قائم مقام ہو تحریر فرماتے ہیں ؛

''اس حدیث سے استنباط ہوسکتا ہے کہ کسی بدزبان اور فحش گو اور دشمن رسول (ﷺ) کے مرنے کے بعد جو کسی قوم میں ہے پھر ایسی خصلب کا کوئی اور انسان پیدا ہو نا خیالِ محال ہے۔ کیونکہ خدا ہمیشہ اپنے راستبازوں کی نسبت گالیاں اور گندہ زبانی سننا نہیں چاہتا۔''

(روحانی خزائن جل ۱۶ بحوالہ تریاق القلوب)

عیسائی مذہب کے نمائندے پادری عبداللہ آتھم اور آریہ مذہب کے نمائندے پنڈت لیکھرام کو حضرت اقدسؑ کی پیشگوئیوں کے بعد اپنی انہیں حالتوں کے لحاظ سے جو کچھ پیش آیا ان دونوں کے مذہبوں کا حال بھی کچھ ویسا ہی معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ حضرت اقدس نے آریہ مذہب سے متعلق فرمایا ہے؛

''اور یہ مت خیال کرو کہ آریہ مذہب ہندو دیانندی مذہب والے کچھ چیز ہیں ۔ وہ صرف اُس زنبور کی طرح ہیں جس میں بجز نیش زنی کے اور کچھ نہیں ۔ وہ نہیں جانتے کہ توحید کیا چیز ہے اور روحانیت سے سراسر بے نصیب ہیں ....جس مذہب میں روحانیت نہیں اور جس مذہب میں خدا کے ساتھ مکالمہ کا تعلق نہیں ۔ اور صدق وصفا کی روح نہیں اور آسمانی کشش اس کے ساتھ نہیں اور فوق العادت تبدیلی کا نمونہ اُس کے پاس نہیں وہ مذہب مردہ ہے اس سے مت ڈرو۔ ابھی تم میں سے لاکھوں کروڑوں انسان زندہ ہوں گے کہ اس مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لو گے ۔ کیونکہ یہ مذہب آریہ کا زمین سے ہے نہ آسمان سے ۔ اور

زمین کی باتیں پیش کرتا ہے نہ آسمان کی۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ٦٦)

اور حضرت اقدس نے الہام سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کی تشریح میں فرمایا ہے؛

’’آریہ مذہب کا یہ انجام ہوگا کہ خدا انکو شکست دے گا اور وہ آریہ مذہب سے بھاگیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے۔ اور آخر کالعدم ہو جائیں گے۔‘‘

(تذکرہ صفحہ ۲۹)

چنانچہ اُن لوگوں نے اس پیشگوئی کی صداقت بچشم خود دیکھ لی ہے جو اس کی اشاعت کے وقت ۱۹۰۲ء میں موجود تھے۔ اور آج مذہبی اور تبلیغی لحاظ سے آریہ سماج بالکل مرچکی ہے اور آریہ لیڈر اس امر کا اعتراف بھی کر چکے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ترقی کا زمانہ جیسا کہ حضور فرماتے ہیں برعایت منہاج نبوت تین صدیاں ہیں۔ مگر آریہ سماج کی تمام قوت و شوکت اور اس کا تبلیغی نظام اور ملی و مذہبی اور جماعتی ترقی کے لئے کوششیں ایک صدی کے اندر اندر ختم ہو گئیں اور وہ بحیثیت ایک مذہب اور تبلیغی جماعت کے بالکل مردہ ہو گئی اور میدان چھوڑ گئی۔

اور ڈپٹی عبداللہ آتھم جو عیسائی قوم کا نمائندہ تھا اسے قدرے رجوع الی الحق کی وجہ سے قریباً پونے تین سال کی مہلت دی گئی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن لوگوں سے متعلق جو حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں اور اُن کے آسمان سے نازل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں فرمایا؛

’’ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسےٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب سخت ناامید اور بدظن ہوکر اس عقیدے کو چھوڑ دینگے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ٦۵)

گویا عیسائیت کو برخلاف آریت کے مہلت دی گئی اور اس کا مکمل استیصال تین صدیوں میں ہوگا اور ایسی پیشگوئی کا وقوع اور ایسے نشانوں کا ظہور جو محض قدرت خداوندی

سے ظاہر ہو سکتے ہیں حضرت مسیح موعوعلیہ السلام کی صداقت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ دلائل و براہین کی روح سے تمام مخالف اسلام مذاہب پر ایسے رنگ میں اتمام حجت کیا کہ آپ کے حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ کی قوت اور ان کے لاجواب ہونے کا آپ کے مخالفین کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔

اے فرزندان احمدیت! اللہ تعالیٰ نے جو زمین وآسمان کا خالق و مالک اس زمانے میں اشاعت اسلام کا مقدس فریضہ آپ کے سپرد کیا ہے اور دنیا کی تمام قوموں پر آپ کو فضیلت بخشی ہے۔ اس کی اس نوازش وانعام بے پایاں کی قدر کرو اور اس کے حضور سجدات شکر بجالاؤ کے اس نے احمدیوں جیسے غریبوں۔ کمزروں۔ ضعیفوں۔ عاجزوں اور دنیا کی نظر میں حقیر انسانوں کو اپنے فضل سے نواز اور دین اسلام کی خدمت کے لئے انتخاب فرمایا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمائی ہوئی اس فضیلت اور اس امتیاز کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھیں۔ اور اس قوم کی طرح نہ ہو جائیں جسے اللہ تعالیٰ نے اُس زمانے کی تمام قوموں میں سے انتخاب فرمایا تھا اور اُن پر فضیلت بخشی تھی لیکن وہ اپنی اس امتیازی حالت کو بداعمالیوں کی وجہ سے قائم نہ رکھ سکی اور اس کے افراد فَلَمَّا زَاغُوۡا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ کے مصداق بن گئے اور وہ چیز جس کے ذریعے سے ہم اس امتیازی انعام کو جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرمایا ہے رکھ سکتے ہیں اور اس کی پسندیدہ اور محبوب قوم رہ سکتے ہیں یہ ہے کہ ہم صاف دل ہو کر اور ہر حال میں اپنی رضا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کو اختیار کر لیں۔ ہماری زندگی اور ہماری موت، ہمارے سارے اعمال وعبادات اور ہماری تمام حرکات وسکنات محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں۔ اور ہم کسی ابتلا و مصیبت کے وقت اُس سے تعلق نہ توڑیں بلکہ اُسے زیادہ سے زیادہ مضبوط کریں۔ اُس کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھائیں اُس کی مخلوق سے بہ محبت و ہمدردی پیش آئیں۔ یہی وہ طریق ہے جس سے ہم اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ قومی عظمت وامتیاز کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تا ابد صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے اور منعم علیہ گروہ میں شامل رکھے اور مغضوب اور ضالین پر فتح عطا فرمائے۔

بلآخر میں ان مسلمان بھائیوں کی خدمت میں جو ابھی تک سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوئے ازراہ ہمدردی چند ایسی باتیں عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جس پر خدا

ترسی وحق طلبی سے غور کرنا بفضلہٖ تعالیٰ بہت آسانی سے حقیقت الامر تک پہنچا دینے والا ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا وشفیعنا خاتم النبیین شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں . اَلسَّعِیْدُ مَنْ وَّعَظَ بِغَیْرِہٖ .یعنی وہ شخص سعید اور خوش قسمت ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔

جس طرح اُمّتِ محمدیہ ؐ کو ایک مسیح ؑ دئے جانے کا وعدہ دیا گیا تھا اسی طرح امت موسویہ کو بھی ایک مسیح ؑ کے آنے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر جب امتِ موسویہ یعنی یہود کے وہ موعود مسیح ؑ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) دُنیا میں تشریف لائے تو یہود نے جو آپ کے منتظر تھے اس بنا پر آپ کا انکار کر دیا کہ وہ حدیثوں اور ملاکی نبی کی کتاب سے اس غلط فہمی میں پڑے ہوئے تھے کہ موعود مسیح ؑ کے ظہور سے پہلے ایلیاؐہ نبی کا آسمان سے نازل ہونا ضروری ہے لیکن ایلیاہؑ نبی آسمان سے نازل نہیں ہوئے اور یہود اپنی مذہبی روایتوں اور حدیثوں کا صحیح مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ مسیح ؑ شاہانہ شان وشوکت سے آئیں گے اور انہیں رومی حکومت کی مظلومانہ غلامی سے نجات دلائیں گے مگر حضرت مسیح ؑ شاہانہ شان و شوکت سے نہیں بلکہ درویشانہ حالت میں ظاہر ہوئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے یہود پر اِن دونوں پیشگوئیوں کی حقیقت ظاہر فرمانے کے لئے انہیں سمجھایا کہ (۱) آسمان سے ایلیا نبی کے نازل ہونے سے مراد ایک ایسے شخص کا ظہور تھا جو ایلیا نبی سے مشابہت ومماثلت رکھتا ہو اور وہ شخص یوحنا ''یحیٰ'' نبی ہیں۔ ایلیا نبی کے آسمان سے نازل ہونے کی پیشگوئی اُن کے ظہور سے پوری ہو گئی۔ (۲) اور مسیح کے بادشاہت کے ساتھ آنے سے اُن کی رُوحانی بادشاہت مراد تھی نہ جسمانی۔ اگرچہ مسیح کا یہ ارشاد ایسا نہیں تھا کہ غور کرنے کے بعد سمجھ میں نہ آتا لیکن ایک تو یہود کے سامنے ایسی کوئی مثال موجود نہیں تھی کہ ایک نبی نے کسی گذشتہ نبی کے آسمان سے نازل ہونے سے کسی اور نبی کی پیدائش مراد لی گئی ہو۔ دوسرے وہ بدقسمتی سے جوشِ مخالفت میں اِس حد تک آگے بڑھ چکے تھے جس سے واپس ہو کر غور کرنے کے لائق بھی نہ رہے تھے۔ اُنہوں نے حضرت مسیح کی کسی بات پر بھی توجہ نہ کی اور آپ کی ہر بات بڑی بے پروائی اور انتہائی نفرت وحقارت سے ردّ کر دی۔ اور وہ آپ ارشادِ مبارک سے جس کا لفظ لفظ اُس زہر کے لئے تریاق تھا جو

اُن کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکے پہلے سے بھی زیادہ جفا کار و ستمگار بن گئے۔ آپ کو حدیثوں اور ملا کی نبی پر نازل شدہ کتاب کو مکذب و منکر اور کذاب و مفتری ٹھہرایا۔ آپ پر کافر اور واجب القتل ہونے کا فتویٰ لگایا۔ حکوت کا باغی ٹھہرایا۔ عدالتوں میں گھسٹوایا۔ طرح طرح کے اشتعال دلا کر مخلوق کو آپ کے قتل پر اُکسایا۔ جتنے ظلم وستم کر سکتے تھے وہ کئے اور جتنے آزار پہنچا سکتے تھے پہنچائے۔ آخر اپنے زعمِ باطل میں صلیب کے ذریعے لعنتی موت کے منہ تک پہنچا کر رہے۔ اور آپ کے بعد آپ پر ایمان لانے والوں کے درپئے آزار ہوگئے کہ اُن میں سے کوئی بھی سلامت نہ رہے۔ لیکن جو علیم و خبیر اور قوی و قادر اللہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ان ظالموں اور بدبختوں کی مجوزہ صلیبی موت سے بچا کر کشمیر میں پہنچا چکا تھا وہی اللہ جلّ شانہٗ آنجناب پر ایمان لانے والوں کا بھی حامی و ناصر بنا اور انہیں یہود کے ہاتھوں مٹنے اور بے نام و نشان ہو جانے سے بچاتا اور اپنی حفاظت میں بڑھاتا اور ترقیات عطا فرماتا رہا۔ حتّٰی کہ تیسری صدی عیسوی کے بعد ہی انہیں ظاہری بادشاہت بھی عطا فرمادی۔ لیکن یہود نے ایلیا نبی کو آسمان سے نازل ہوتے آجتک نہیں دیکھا اور نہ آئندہ کبھی دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ بشر رسولوں میں سے ایک رسول تھے۔ اور کسی بشر رسول کا بجسمِ عنصری آسمان پر جانا اور آسمان سے نازل ہونا عقلاً بھی ممتنع ہے اور نقلاً بھی ممتنع۔ اور پھر ایلیا نبی حضرت مسیح سے پہلے آنے والے رسولوں میں سے ایک رسول تھے۔ اور پھر ایلیا نبی حضرت مسیح سے پہلے آنے والے رسولوں میں سے ایک رسول تھے۔ اور مطابق مفہوم آیت مَاالْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْل" قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ حضرت مسیح سے پہلے آنے والے رسولوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں سب کے سب اس جہان سے گذر گئے ہیں اس لئے آپ کا بھی اس جہان سے گذر جانا یقینی اور قطعی ہے اور جو اس جہان سے گذر جائیں وہ دوبارہ اِس جہان میں نہیں بھیجے جاتے۔

اور حضرت مسیح کے بعد یہود کو کوئی سچا مسیح بھی نصیب نہیں ہوا اور نہ آئندہ قیامت تک نصیب ہو سکے گا۔ کیونکہ یہود کے موعود نبی اور سچے مسیحؑ تو وہی تھے جنہیں اُس زمانے کے یہود نے اُن سے پہلے ایلیا نبی کے آسمان سے نازل نہ ہونے کی بنا پر نعوذ باللہ جھوٹا۔ فریبی۔ مکّار و مفتری قرار دے کر ردّ کر دیا تھا اور جو واقعۂ صلیب کے بعد فلسطین سے ہجرت

کر گئے تھے اور مطابق ارشادِ الٰہی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ آنحضرت ﷺ سے پہلے گذرے ہوئے تمام رسولوں کی طرح اس جہان سے گذر چکے ہیں۔اور جن کا مزار مقدس کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں عیسیٰ نبی۔شہزادہ نبی اور یوز آسف نبی کے نام سے مشہورِ اَنام اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

یہ تو مختصر ذکر تھا اس سلوک کا جو امتِ موسویہ یعنی یہود نے اپنے موعود مسیح سے روا رکھا اور ہمارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی امت سے متعلق یہ پیشگوئی فرما کر کہ اُس میں سے بھی ایک گروہ یہود اور نصاریٰ کے نقش قدم پر چلے گا اپنے اُمتیوں کو یہ نصیحت و ہدایت فرمائی تھی کہ وہ یہود اور نصاریٰ کے نقش قدم پر چلے گا اپنے اُمتیوں کو یہ نصیحت و ہدایت فرمائی تھی کہ وہ یہود اور نصاریٰ کے نقش قدم پر نہ چلیں۔اُن کی پَیروی سے بچتے رہیں۔اُن کا طریق اختیار نہ کریں۔اور یہ دُعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں منعم علیہ میں شامل رکھے اور مغضوب علیہم اور ضالین یعنی یہود اور نصاریٰ کے رنگ میں رنگین ہونے سے بچائے اور پھر حضور نے اپنی امت میں بھی ایک مسیح کے ظہور کی خوشخبری دے کر اور اس موعود مسیح کے حق میں اِمَامُکُمْ مِنکُمْ فرما کر اپنے امتیوں پر یہ بھی ظاہر فرما دیا تھا کہ وہ مسیح تمہارا امام ہوگا جو تمہیں میں سے ہوگا۔اور پھر یہ تاکیدی حکم بھی صادر فرما دیا تھا کہ جب وہ موعود مسیح نازل ہو تو خواہ برف پر گھسٹ گھسٹ کر ہی جانا پڑے اُس کے پاس جانا اور ہمارا سلام اُسے پہنچانا چاہیئے اِس نہایت ہی تاکیدی ارشاد سے اُس کی خدمت میں حاضر ہونے اور اس کی اطاعت اختیار کرنے کی جیسی اہمیت اور اور جتنی شدید ضرورت ظاہر ہوتی ہے محتاجِ بیان نہیں بایں ہمہ جب امت محمدیہ کا وہ موعود مسیح وعدوں اور پیشگوئیوں کے مطابق اپنے وقتِ معین چودھویں صدی ہجری کا سر پر ظاہر ہوا تو امت محمدیہ کے ایک گروہ نے اس کو قبول کرنے سے اُسی طرح انکار کر دیا جس طرح کہ امت موسویہ نے اپنے موعود مسیح کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

امت موسویہ کے خیال میں تو سچے مسیح سے پہلے ایلیاہ نبی کا آسمان سے نازل ہونا ضروری تھا۔اور امتِ محمدیہ کے نزدیک خود موعود مسیح کا آسمان سے نازل ہونا ضروری تھا۔مگر نہ اُس نے ایلیاہ نبی کو آسمان سے نازل ہوتے دیکھا اور نہ اس نے اپنے موعود مسیحؑ کو۔

اگر چہ دونوں کے انکار کی بڑی وجہ تو ایک ہی تھی یعنی اپنے جس مطلوب کے آسمان سے نازل ہونے کی خواہش تھی اُس کا آسمان سے نازل نہ ہونا۔ مگر فرق یہ ہے کہ امت موسویہ کا یہ عقیدہ کہ ایلیاہ نبی آسمان سے نازل ہوں گے ان کی حدیثوں اور ملا کی نبی کی کتاب کی وجہ سے تھا جس میں ایلیا نبی کے آسمان پر چلے جانے اور موعود مسیح کے ظہور سے پہلے آسمان سے نازل ہونے کا ذکر موجود تھا۔ مگر امت محمدیہ کا یہ خیال کہ اس کے موعود مسیح آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور قبل ازیں قیامت کسی زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے نہ احادیث نبویہ کی بنا پر تھا نہ آیات قرآنیہ کی بنا پر۔ کیونکہ صحیح حدیث کا تو ذکر ہی کیا کوئی ضعیف بلکہ وضعی حدیث بھی اس مضمون کی موجود نہیں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے اور بجسم عنصری آسمان سے نازل ہوں گے اور پہلے تو وہ صرف امتِ موسویہ کے موعود مسیحؑ مگر آسمان پر اٹھا لئے جانے کے بعد امت محمدیہ کے بھی موعود مسیح بنا دیئے گئے ہیں اور جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امت محمدیہ کے بھی ویسے ہی موعود مسیحؑ ہونگے جیسے کہ اوائل میں امت موسویہ کے موعود مسیحؑ تھے۔ اس مضمون کی حدیث تو کہاں کوئی ایسی حدیث بھی موجود نہیں ہے جس میں صرف اتنی بات موجود ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں بلکہ اس کے برخلاف حدیثوں میں تو آنجناب کی وفات کا ذکر موجود ہے اور صرف وفات کے ذکر پر ہی بس نہیں بلکہ یہ بھی ظاہر فرما دیا گیا ہے کہ وفات کے وقت آنجناب کی عمر شریف کتنی تھی۔ چنانچہ سیدنا رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں؛

اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَةَ سَنَةٍ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک)

یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ایک سو بیس برس زندہ رہے۔

اور قرآن مجید اپنی بہت سی آیات میں آنجناب کو وفات یافتہ قرار دے کر ان احادیث کی جن میں آپ کی وفات کا ذکر ہے تائید و تصدیق کر رہا ہے اُن میں سے ایک آیات یہ ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ. یعنی حضرت محمد ﷺ صرف ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔

پس امت محمدیہ کا اپنے موعود مسیح سے اس بنا پر انکار کر دینا کہ وہ آسمان سے نازل

نہیں ہوئے اُمت موسویہ کے اپنے موعود مسیح سے اس بنا پر انکار کر دینے سے کہ ان سے پہلے ایلیا نبی آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے بدرجہا زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔ کیونکہ اُس کا انکار تو ان حدیثوں اور ملاکی نبی پر نازل شدہ کتاب کی بنا پر تھا جن میں اُس کے موعود مسیح کے ظہور سے پہلے ایلیاہ نبی کے آسمان سے نازل ہونے کا ذکر موجود ہے۔ مگر امت محمدیہ کے سامنے ایسی کوئی حدیث یا قرآن مجید کی کوئی آیت موجود نہیں تھی جس سے اس کے موعود مسیحؑ کا آسمان پر جانا اور پھر آسمان سے نازل ہونا موجود ہو۔ اور امت موسویہ کے سامنے ایسی کوئی نظیر بھی موجود نہیں تھی کہ ایک نبی کے آسمان سے نازل ہونے کی پیشگوئی سے اُس کے مثیل کا ظہور مراد لیا گیا ہو۔ مگر امت محمدیہ کے سامنے ایسی پہلی نظیر تو وہی فیصلہ تھا جو حضرت مسیحؑ نے ایلیاہ نبی کے آسمان سے نازل ہونے کی پیشگوئی کے بارے میں کیا تھا۔ جسے ظاہر ہے کہ اگر کسی گزشتہ نبی کے آسمان سے نازل ہونے کی پیشگوئی کی گئی ہو تو اُس سے اُس کے کسی مثیل نبی کا ظہور مراد ہوتا ہے دوسری اور بڑی مثال یہ موجود تھی کہ جب آنحضرت ﷺ سے کفار نے اپنے سامنے آسمان پر جانے کی اور کتاب لے کر واپس آنے کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو آسمان پر نہیں اٹھایا تھا۔ بلکہ آپ سے کفار کو یہ جواب دلوایا تھا کہ ”میں ایک انسان پیغام پہنچانے والا ہوں۔“ اگر انسان کو آسمان پر اٹھا لینا سنت اللہ میں داخل ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ سے یہ جواب کیوں دلواتا؟ آپ کو آسمان پر اُٹھا لیتا۔ مگر جب اُس نے آپ کو جو سید المرسلین ہیں آسمان پر نہیں اٹھایا تو ثابت ہو گیا کہ کسی اور انسان کو بھی کبھی آسمان پر نہیں اٹھایا ہے۔ اور جب کوئی انسان کبھی آسمان پر اٹھایا ہی نہیں گیا تو کسی انسان کا آسمان سے نازل ہونا کیسا ؟!

غرض امت موسویہ کے لئے انسان کے آسمان سے نازل ہونے کی حقیقت کو سمجھ لینا ویسا آسان نہیں تھا جیسا کہ امثال و نظائر کی موجودگی میں ہوتا۔ پس اُس کے اپنے موعود مسیح کا اس بنا پر انکار کر دینے میں کہ ایلیاہ نبی جن کا حضرت مسیح کے ظہور سے پہلے آسمان سے نازل ہونا ضروری تھا کیوں نازل نہیں ہوئے امثال و نظائر کی عدم موجودگی کا بھی کچھ نہ کچھ دخل ضرور تھا لیکن امت محمدیہ کے سامنے انسان کے آسمان سے نازل ہونے کی حقیقت ظاہر کرنے والے امثال و نظائر بھی موجود تھے علاوہ انکے اور سامان بھی۔ تاہم اُس نے بھی

اپنے موعود و مسیح سے متعلق اختیار کی تھی ۔ اور صرف اُن کا انکار کر دینے ہی میں اُسکی پیروی نہیں کی بلکہ اُن تمام امور میں بھی کی جو اس نے اپنے مسیح موعود کے خلاف کئے تھے۔نعوذ باللہ احادیث و کتاب اللہ کا منکر اور اہل اسلام کا دشمن قرار دیا۔کذاب و مفتری بنایا۔کفر کے فتوے لگائے قتل کے منصوبے بنائے مقدمات چلائے ۔ عدالتوں میں گھسیٹا ۔حکومت کا باغی ٹھہرایا۔جھوٹی مخبریوں سے حکام کو بھڑکایا۔خطرناک اتہامات شائع کر کے سارے ملک میں اشتعال پھیلایا اور موعود مسیح کو نیست و نابود کر دینے کے لئے جو کچھ بھی کیا جا سکتا تھا وہ کیا مگر یہ سارا طوفان اُس کے عظم و استقلال میں برائے نام بھی جنبش پیدا نہ کر سکا۔ ابتداء میں علمائے دین کہلانے والوں کا سارا زور اس بات پر تھا کہ موعود مسیح ہونے کے مدعی کی یوں تو ساری باتیں خلاف اسلام ہیں لیکن اس کا حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ قرار دینا ایسا خلاف قرآن و حدیث اور اتنا بڑا کفر ہے کہ اس کے سارے خلاف اسلام عقیدوں میں سے صرف یہ اکیلا ہی اس کو کافر بلکہ اکفر قرار دینے اور سمجھے جانے کے لئے کافی ہے اور یہ صرف اسی ایک عقیدے کی وجہ سے جو سراسر خلاف قرآن و حدیث اور خلاف اجماعِ امت ہے ۔ چند روز میں خائب و خاسر اور ناکام و نامراد کَا لْعِهْنِ الْمَنْفُوْش اور نَسْيًا مَّنْسِيًّا کا مصداق ہو جائے گا ۔ یہ اس زمانے کی باتیں ہیں جبکہ پورے برصغیر ہند کے لاکھوں علمائے دین سمجھے جانے والوں میں سے ایک فرد بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا قائل نہیں تھا۔ بلا اختلاف احدے سب کے سب قائلِ حیاتِ مسیحؑ اور آنجناب کے بہت جلد نہایت جاہ و جلال کے ساتھ آسمان سے نازل ہو جانے کی امید و انتظار میں تھے۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے اشاعت تصانیف کا سلسلہ جاری ہونے اور پھر آپ کے بعض مستند اور شہرۂ آفاق علماء سے مسئلہ حیات و وفات مسیحؑ میں چند مباحثے ہو جانے پر ہوا کا رخ بدلا اور لوگ آپ کی تصنیف لطیف کے مطالعہ سے فائدہ اُٹھا کر قائل وفات مسیح ہونے لگے اور پھر آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہاں کے مشہور اسلامی فرقوں میں سے کوئی فرقہ ایسا نہیں رہا جس کے عالموں میں سے کچھ نہ کچھ عالم قائل وفات مسیح نہ ہو گئے ہوں ۔اور آج یہ حالت ہے کہ لاکھوں احمدیوں اور اُن کے کثیر التعداد علماء کے علاوہ بہت سے غیر احمدی علماء بھی وفات مسیح کے قائل ہو چکے ہیں ۔مثلاً جناب مولانا غلام مرشد صاحب۔ جناب علامہ

علاؤ الدین صاحب صدیقی ۔ جناب علامہ مشرقی ۔ جناب علامہ نیاز فتح پوری ۔ جناب مولانا ابوالکلام آزاد ۔ اور مولانا ابوالکلام نے تو حیات مسیح کے عقیدہ کی نسبت یہ رائے ظاہر فرمادی کہ ؛ ’’یہ عقیدہ اپنی نوعیت میں ہر لحاظ سے ایک مسیحی عقیدہ ہے اور اسلامی شکل ولباس میں نمودار ہوا ہے ۔‘‘

اور حضرات علماء کے اس اقرار وفات مسیح کا سلسلہ برصغیر ہند (ہندو پاکستان) تک محدود نہیں رہا بلکہ بلاد اسلامیہ تک بھی پہنچ چکا ہے وہاں کے قائلین وفات مسیح میں سے چند نہایت جلیل القدر واعظیم المرتبت صاحب تصانیف حضرات کے نام یہ ہیں ؛

علامہ محمد عبدہٗ مفتی الازہر مصر ۔ علماء سید رشید رضا صاحب المنار مفتی مصر ۔ علامہ محمود شلتوت شیخ الجامعۃ الازہر ۔ الشیخ عبدالقادر المغربی ۔ الاستاذ المراغی ۔ الاستاذ عبدالوہاب النجار ۔ الاستاذ احمد محی الدین العجوز ۔ الاستاذ النیشادی الغزی ۔ الاستاذ علامہ عباس محمود العقاد ۔ ڈاکٹر احمد زکی ابوشادی وغیرھم ۔

یہ نام تو نہایت بلند پایہ شہرت یافتہ اور صاحب تصانیف علماء کے ہیں مگر ان کے اتباع اور غیر مشہور اور غیر مصنف علماء جو قائل وفات مسیحؑ ہیں اور اُن کے اتباع اور تعلیم یافتہ لوگوں میں سے قائلین وفات مسیح کی عظیم تعداد اور وہ فرقے جن کا ایک فرد بھی قائل حیات مسیح نہیں ہے اور لاکھوں احمدی اور ان کے کثیر علماء بھی ذہن میں رکھیں جائیں تو قائلین وفات مسیحؑ کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے ۔ اور اب لوگ سمجھنے لگے ہیں کہ حیات مسیحؑ کا عقیدہ صرف بے بنیاد اور غلط محض ہی نہیں بلکہ سخت مضر رساں بھی ہے اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے عیسائی بنانے میں اس عقیدہ حیاتِ مسیح سے جو مدد ملی ہے وہ تو آپ سب پر ظاہر ہے ۔ جن علماء کے نام اوپر درج ہیں اُن میں سے بعض نے اپنی تصانیف میں بھی اس امر کا اظہار کیا ہے ۔ اور یہ بات اب آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر ہوگئی ہے کہ حیات مسیحؑ کا عقیدہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے والا ہے ۔ اور وفات مسیح کا عقیدہ عیسائیوں کو مسلمان بنانے والا ۔ یوں تو وفات مسیحؑ کا خیال کوئی نیا خیال نہیں ہے ۔ تفاسیر میں جہاں حیات مسیحؑ کے اقوال درج ہیں وہاں وفات مسیحؑ کے اقوال بھی ہیں ۔ اور کوئی چھوٹی سے چھوٹی تفسیر بھی ایسی نہیں ہے جس میں وفات مسیحؑ کے اقوال بھی موجود نہ ہوں ۔

مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذاتی خیال کی بنا پر وفات مسیح کا عقیدہ ظاہر کر کے اُس پر اتنا زور نہیں دیا بلکہ ان الہامات الٰہیہ کی بنا پر جن میں آپ کو حضرت مسیح کے فوت ہو جانے اور آپ کے مسیح موعود ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ آپ نے صرف مسئلہ وفاتِ مسیحؑ پر چند مستقل اور مبسوط کتابوں کے علاوہ اپنی ایک سو کے قریب کتابوں میں بھی اس سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے اور ہزاروں تقریروں میں ظاہر کیا اور بے شمار اشتہاروں کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلایا اور یہ ساری کاروائیاں الہام الٰہی کی بنا پر قرار دیں۔ پس اگر اس کاروبار کی بنا درحقیقت الہام الٰہی پر نہ ہوتی تو اس کا انجام وہی ہونا چاہئے تھا جو ایک مفتری کے کاروبار اور خود اس مفتری علی اللہ کا ہوا کرتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ جو عقیدہ الہام الٰہی کی بنا پر ظاہر کیا گیا تھا وہ لاکھوں انسانوں نے قبول بھی کر لیا ہے اور کرتے جاتے ہیں۔ اور اب دنیا میں ایک رات اور ایک دن بھی ایسا نہیں گذرتا جس میں لوگ مسلمانوں کو عیسائی بنانے والے حیات مسیح کے عقیدے سے دستبردار ہو کر عیسائیوں کو مسلمان بنانے والے وفات مسیح کا عقیدہ قبول نہ کر رہے ہوں۔

سینکڑوں اور ہزاروں سال کے غلط مگر راسخ عقیدے کو لاکھوں انسانوں کے دلوں سے دور کر کے انکو صحیح عقیدے پر قائم کر دینا تائید الٰہی کے بغیر ہرگز ممکن نہیں اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ مہتمم بالشان کارنامہ ہے کہ اگر آپ صرف اسی بنا پر یہ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے اور جس مسیح کے آنے کی خبر دی گئی تھی وہ مسیح میں ہوں تو بھی نہایت صحیح و برمحل اور حضرت مسیح علیہ السلام کے اس ارشاد کی طرح بالکل بجا و درست ہوتا جو آپ نے ایلیاہ نبی کے آسمان سے نازل ہونے کا مطالبہ کرنے والے یہود سے فرمایا تھا کہ ایلیاہ تو نازل ہو گیا پر تمہیں خبر نہیں ہوئی۔ وہ ایلیاہ یوحنا ہے۔ مگر حضرت اقدس علیہ السلام کے مسیح موعود ہونے پر تو بفضلہٖ تعالیٰ اور بھی بکثرت دلائل موجود ہیں اور آپ نے بفضلہٖ تعالیٰ وہ تمام عظیم الشان کام کسرِ صلیب اور قتل خنزیر اور مذاہب عالم پر دلائل و براہین کی رو سے اظہار غلبہ اسلام باحسن وجوہ انجام دے دیئے ہیں جو احادیث نبویہ میں خاص طور پر مسیح موعود و امام مہدی معہود کے کام بتائے گئے ہیں۔

پس میں علیٰ وجہ البصیرت کامل شرح صدر اور پورے اطمینان قلب سے بآواز بلند

اعلان کرتا ہوں کہ سید والآخرین خاتم النبیین شفیع المذنبین محبوب رب العالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد ﷺ نے اپنی امت میں مسیح موعود و امام مہدی معہود کے ظہور کی جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ حضور پُر نور کے خاص غلام حضرت میرزا غلام احمد القادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود باجود میں پوری ہوگئی ہے۔ اُس پیشگوئی سے لاکھوں درجہ بڑھ کر صفائی کے ساتھ پوری ہوئی جو ملاکی نبی نے ایلیا نبی کے آسمان سے نازل ہونے کی نسبت کی تھی۔

تمام مسلمان کہلانے اور آنحضرت ﷺ کی محبت اور پیروی کا دم بھرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ کے معاملہ میں وہ روش اختیار نہ کریں جو یہود نے اپنے موعود مسیح کے معاملہ میں اختیار کی تھی بلکہ اُس عارفانہ طرز سے فائدہ اُٹھائیں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یہود کے جواب میں اختیار فرمائی تھی اور اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کے اس مبارک ارشاد پر عمل کریں جو حضور نے یہود و نصاریٰ کی پیروی سے بچنے کے لئے فرمایا تھا۔ مبارک وہ جو آنحضرت ﷺ کے موعود مسیح کو قبول کریں جس کا راستہ حضرت مسیح علیہ السلام ایلیاہ نبی کے آسمان سے نازل ہونے کی حقیقت ظاہر کر کے صاف کر چکے ہیں۔ اور وہ ایسی حقیقت ہے جس کو مسلمان تیرہ سو برس سے بھی زیادہ مدت سے مانتے آئے ہیں اور جس کو مانے بغیر حضرت مسیح علیہ السلام سچے نبی نہیں مانے جاسکتے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ مبارک اور بہت مبارک ہیں وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود کو قبول کریں اور آپ کی جماعت میں شامل ہو کر اکناف عالم میں خدمتِ اسلام بجالانے کا اہم فریضہ ادا کر کے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مقبول ﷺ کے حضور میں سرخروئی حاصل کریں۔ اور میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو آپ کو قبول نہ کریں گے اور انکار پر مصر رہیں گے وہ اپنے خیالی مسیح موعود کو آسمان سے نازل ہوتے ہوئے ہرگز نہیں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو دنیا میں پھیلائے گا اور اسے فوق العادت برکات دے گا اور اُسے دنیا کے باقی تمام مذاہب پر غلبہ عطا فرمائے گا۔

اب میں اپنی اسی تقریر کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی پر ختم کرتا ہوں جو حضور نے اپنی مشہور عالم کتاب تذکرۃ الشہادتین مطبوعہ ۱۹۰۳ء میں درج فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں؛

''اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائیگی ۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھہ کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا اور ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ. پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اُترے اور فرشتے بھ اس کے ساتھ ہوں اُس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو! کوئی آسمان سے نہیں اترے گا ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اترتا نہیں دیکھے گا اور پھر انکی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتا نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسٰے کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔''

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴۔۶۵)

فہرست متعلقہ صفحہ ۵۸

مندرجہ ذیل فہرست سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاصر علمائے کرام وصوفیائے عظام کے اسمائے گرامی کی ہے اور جو حضرات علماء حضورؑ کی وفات کے بعد شامل سلسلہ عالیہ احمدیہ ہوئے ہیں یا احمدیوں میں سے جو مرتبہ علم وفضل تک پہنچے ہیں اُن کے نام اس فہرست میں درج نہیں ۔ اگرچہ یہ فہرست بڑی کوشش اور جستجو سے مرتب کی گئی ہے تاہم یہ خیال ہے کہ ابھی پچاس ساٹھ بلکہ اس سے زیادہ علماء ایسے ہیں جن نام اس میں نہیں آسکے ۔

برادران ملت میں سے جن حضرات کو ایسے فوت شدہ یا زندہ علماء کا علم ہو وہ اُن کے نام اور پتے تحریر فرما کر بھیج دیں تا وہ محفوظ کر دیئے جائیں ۔ اسی طرح اگر اس فہرست میں کوئی ایسا نام نظر آئے جو اُن کے خیال میں نہیں ہونا چاہئے تھا تو اس سے بھی مطلع فرماویں ۔

(خاکسار مرتب)

(۱) حاجی الحرمین حضرت مولوی حافظ حکیم نور الدین بھیروی رضی اللہ عنہ
(۲) حضرت مولوی سید محمد احسن سیالکوٹی رضی اللہ عنہ
(۳) حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ
(۴) حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ ہزاروی رضی اللہ عنہ
(۵) حضرت مولوی حاجی حافظ حکیم فضل الدین بھیروی رضی اللہ عنہ
(۶) حضرت مولوی قاضی امیر حسین بھیروی رضی اللہ عنہ
(۷) حضرت مولوی حافظ غلام رسول وزیر آبادی رضی اللہ عنہ
(۸) حضرت مولوی حافظ روشن علی ۔ گجراتی رضی اللہ عنہ
(۹) حضرت مولوی مفتی محمد صادق بھیروی رضی اللہ عنہ
(۱۰) حضرت مولوی شیر علی رضی اللہ عنہ موضع عبد الرحمٰن ضلع شاہ پور

(۱۱) حضرت مولوی حافظ محمد بھیروی رضی اللہ عنہ

(۱۲) حضرت مولوی عبدالرحمٰن بھیروی رضی اللہ عنہ

(۱۳) حضرت مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی سیالکوٹی رضی اللہ عنہ

(۱۴) حضرت مولوی حکیم قطب الدین رضی اللہ عنہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ

(۱۵) حضرت مولویبرہان الدین جہلمی رضی اللہ عنہ

(۱۶) حضرت مولوی عبدالقادرخان رضی اللہ عنہ جمال پورلدھیانہ

(۱۷) حضرت مولوی حکیم نظام الدین رنگ پور رضی اللہ عنہ

(۱۸) حضرت مولوی عبدالقادرلدھیانوی رضی اللہ عنہ

(۱۹) حضرت مولوی عبدالصمد رضی اللہ عنہ سنور ریاست پٹیالہ

(۲۰) حضرت مولوی محمد یوسف رضی اللہ عنہ سنور ریاست پٹیالہ

(۲۱) حضرت مولوی قاضی ضیاء الدین رضی اللہ عنہ کوٹ قاضی گوجرانوالہ

(۲۲) حضرت مولوی ابوالخیر محمد عبداللہ رضی اللہ عنہ تنگی ضلع پشاور

(۲۳) حضرت مولوی حافظ فضل دین رضی اللہ عنہ کھاریاں ضلع گجرات

(۲۴) حضرت مولوی سید جمال شاہ واعظ رضی اللہ عنہ نندوال گجرات

(۲۵) حضرت مولوی غلام حسن پشاوری رضی اللہ عنہ

(۲۶) حضرت مولوی الٰہی بخش رضی اللہ عنہ لیل بازید چک

(۲۷) حضرت مولوی قدر اللہ بٹالوی رضی اللہ عنہ

(۲۸) حضرت مولوی حافظ عظیم بخش رضی اللہ عنہ بھومکہ ضلع گورداسپور

(۲۹) حضرت مولوی مفتی غلام جیلانی رضی اللہ عنہ نوہوں ضلع انبالہ مدرس مدرسہ گھرونوں جالندھر

(۳۰) حضرت مولوی عبداللہ رضی اللہ عنہ مدرس بٹالہ

(۳۱) حضرت مولوی حکیم محمد اسحاق رضی اللہ عنہ گوملہ ضلع کرنال

(۳۲) حضرت مولوی محمد کبیر دہلوی رضی اللہ عنہ

(۳۳) حضرت مولوی محمد حسین زمیندار رضی اللہ عنہ موضع بھاگوارائیں کپورتھلہ

(۳۴) حضرت مولوی کرم الٰہی لاہوری رضی اللہ عنہ

(۳۵) حضرت مولوی خلیفہ نورالدین جمونی رضی اللہ عنہ

(۳۶) حضرت مولوی تاج محمد محمد سیر باندھی رضی اللہ عنہ

(۳۷) حضرت مولوی انوار حسین خان رضی اللہ عنہ رئیس شاہ آباد جلع ہردوئی ملک اودھ

(۳۸) حضرت مولوی کریم الدین امرتسری رضی اللہ عنہ

(۳۹) حضرت مولوی حکیم عنایت اللہ امرتسری رضی اللہ عنہ

(۴۰) حضرت مولوی عبداللطیف امرتسری رضی اللہ عنہ

(۴۱) حضرت مولوی شیخ احمد جان جالندھری رضی اللہ عنہ

(۴۲) حضرت مولوی شیخ احمد واعظ سرہندی رضی اللہ عنہ

(۴۳) حضرت مولوی وزیرالدین رضی اللہ عنہ مکریاں ضلع ہوشیار پور

(۴۴) حضرت مولوی سید مردان علی رضی اللہ عنہ حیدرآباد دکن

(۴۵) حضرت مولوی سید ظہور رضی اللہ عنہ حیدرآباد دکن

(۴۶) حضرت مولوی غلام علی رضی اللہ عنہ دل پٹی ضلع جہلم

(۴۷) حضرت مولوی عبدالحمید آزاد رضی اللہ عنہ حیدرآباد دکن

(۴۸) حضرت مولوی حافظ حاجی احمد اللہ خان ناگ پوری۔ قادیانی رضی اللہ عنہ

(۴۹) حضرت مولوی محمد سعید طرابلسی۔ شامی رضی اللہ عنہ

(۵۰) حضرت مولوی حبیب شاہ خوشابی رضی اللہ عنہ

(۵۱) حضرت مولوی فقیر جمال الدین رضی اللہ عنہ سیدوالا ضلع شیخوپورہ

(۵۲) حضرت مولوی حسن علی رضی اللہ عنہ بھاگل پوری صوبہ بہار

(۵۳) حضرت مولوی فیض احمد رضی اللہ عنہ لنگیاں والا گوجرانوالہ

(۵۴) حضرت مولوی غلام امام رضی اللہ عنہ عزیز الواعظین شاہجہان پوری

(۵۵) حضرت مولوی حافظ محمد یعقوب رضی اللہ عنہ ڈیردوں

(۵۶) حضرت مولوی سلطان محمود رضی اللہ عنہ میلا پور مدراس

(۵۷) حضرت مولوی رحیم اللہ لاہوری رضی اللہ عنہ

(۵۸) حضرت مولوی غلام حسین لاہوری رضی اللہ عنہ

(۵۹) حضرت مولوی غلام نبی خوشابی رضی اللہ عنہ
(٦٠) حضرت مولوی حافظ سید علی میاں رضی اللہ عنہ شاہجہان پوری
(٦١) حضرت مولوی قاضی خلیل الدین احمد رازی رضی اللہ عنہ تلہری شہجہان پوری
(٦٢) حضرت مولوی محمد حسین رضی اللہ عنہ علاقہ ریاست پور کپورتھلہ
(٦٣) حضرت مولوی سید تفضّل حسین رضی اللہ عنہ فرخ آبادی علی گڑھی
(٦۴) حضرت مولوی سید صادق حسین اٹاوی رضی اللہ عنہ
(٦۵) حضرت مولوی فضل حسین رضی اللہ عنہ احمد آباد ضلع جہلم
(٦٦) حضرت مولوی حافظ عبد العلی رضی اللہ عنہ موضع عبد الرحمٰن ضلع شاہ پور
(٦٧) حضرت مولوی محمد فضل رضی اللہ عنہ چنگا بنگیال گوجر خان ۔ضلع راولپنڈی
(٦٨) حضرت مولوی حاجی نظام الدین لدھیانوی رضی اللہ عنہ
(٦٩) حضرت مولوی نور محمد رضی اللہ عنہ مانگٹ علاقہ پٹیالہ
(٧٠) حضرت مولوی کریم اللہ امرتسری رضی اللہ عنہ
(٧١) حضرت مولوی محمد عبد اللہ خان رضی اللہ عنہ وزیر آبادی پروفیسر کالج پٹیالہ
(٧٢) حضرت مولوی صفدر حسین رضی اللہ عنہ حیدر آباد دکن
(٧٣) حضرت مولوی نور محمد موکل رضی اللہ عنہ
(٧۴) حضرت مولوی محمد افضل رضی اللہ عنہ کملہ ضلع گجرات
(٧۵) حضرت مولوی حافظ محمد فیض الدین سیالکوٹی رضی اللہ عنہ
(٧٦) حضرت مولوی مخدوم محمد صدیق بھیروی رضی اللہ عنہ
(٧٧) حضرت مولوی خان ملک رضی اللہ عنہ کھیوال ضلع جہلم
(٧٨) حضرت مولوی عنایت اللہ رضی اللہ عنہ ماناں والا
(٧٩) حضرت مولوی نظام الدین رضی اللہ عنہ موضع عبد الرحمٰن ضلع شاہ پور
(٨٠) حضرت مولوی حافظ احمد الدین رضی اللہ عنہ چک سکندر گجرات
(٨١) حضرت مولوی عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کھیوال ضلع جہلم
(٨٢) حضرت مولوی مہر الدین رضی اللہ عنہ لالہ موسیٰ

(۸۳) حضرت مولوی شیر محمد رضی اللہ عنہ ہوجن ضلع شاہ پور
(۸۴) حضرت مولوی خادم حسین بھیروی رضی اللہ عنہ
(۸۵) حضرت مولوی میر محمد سعید رضی اللہ عنہ حیدر آباد دکن
(۸۶) حضرت مولوی سید محمد رضوی رضی اللہ عنہ حیدر آباد دکن
(۸۷) حضرت مولوی سردار محمد رضی اللہ عنہ لون میانی
(۸۸) حضرت مولوی دوست محمد رضی اللہ عنہ لون میانی
(۸۹) حضرت مولوی شیخ قادر بخش رضی اللہ عنہ احمد آباد ضلع جہلم
(۹۰) حضرت مولوی حافظ فضل الدین خوشابی رضی اللہ عنہ
(۹۱) حضرت مولوی عبدالحکیم رضی اللہ عنہ دھاروار علاقہ بمبئی
(۹۲) حضرت مولوی غلام حسن دینا نگری رضی اللہ عنہ
(۹۳) حضرت مولوی محمود الحسن خان پٹیالوی رضی اللہ عنہ
(۹۴) حضرت مولوی عبدالحق پٹیالوی رضی اللہ عنہ
(۹۵) حضرت مولوی حبیب اللہ رضی اللہ عنہ مقیم جہلم
(۹۶) حضرت مولوی حافظ محمد فضل دین سیالکوٹی رضی اللہ عنہ
(۹۷) حضرت مولوی حکیم عبید اللہ بسمل رضی اللہ عنہ دھرمکوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور مہاجر قادیان
(۹۸) حضرت مولوی احمد الدین رضی اللہ عنہ ضلع گجرات
(۹۹) حضرت مولوی نور احمد رضی اللہ عنہ لودھی ننگل ضلع گورداسپور
(۱۰۰) حضرت مولوی عبدالخالق رضی اللہ عنہ ننگل ضلع گورداسپور
(۱۰۱) حضرت مولوی حبیب اللہ رضی اللہ عنہ لودھی ننگل ضلع گورداسپور
(۱۰۲) حضرت مولوی محمد ابراہیم بقاپوری رضی اللہ عنہ
(۱۰۳) حضرت مولوی قاضی محمد یوسف پشاور رضی اللہ عنہ
(۱۰۴) حضرت مولوی امام الدین گولیکی رضی اللہ عنہ
(۱۰۵) حضرت مولوی میر قاسم علی سیالکوٹی۔ قادیانی رضی اللہ عنہ
(۱۰۶) حضرت مولوی نجم الدین رضی اللہ عنہ شادیوال ضلع گجرات

(۱۰۷) حضرت مولوی محمد اسمٰعیل پشاوری رضی اللہ عنہ
(۱۰۸) حضرت مولوی سید محمود شاہ رضی اللہ عنہ فتح پور ضلع گجرات
(۱۰۹) حضرت مولوی جلال الدین رضی اللہ عنہ کھر پپڑ ضلع گجرات
(۱۱۰) حضرت مولوی صاحب دین رضی اللہ عنہ تہال ضلع گجرات
(۱۱۱) حضرت مولوی قاری غلام یٰسین رضی اللہ عنہ گجرات
(۱۱۲) حضرت مولوی محمد اسمعیل رضی اللہ عنہ ہلال پور ضلع سرگودھا
(۱۱۳) حضرت مولوی حافظ محمد ابراہیم رضی اللہ عنہ مکووال ضلع لدھیانہ
(۱۱۴) حضرت مولوی محمد علی رضی اللہ عنہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ
(۱۱۵) حضرت مولوی کرم داد رضی اللہ عنہ دوالمیال ضلع جہلم
(۱۱۶) حضرت مولوی فتح الدین رضی اللہ عنہ دھرم کوٹ بگہ ضلع سیالکوٹ
(۱۱۷) حضرت مولوی محمد اسمٰعیل رضی اللہ عنہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ
(۱۱۸) حضرت مولوی عبد العزیز رضی اللہ عنہ علاقہ پٹیالہ
(۱۱۹) حضرت مولوی عبد الرحیم میرٹھی رضی اللہ عنہ
(۱۲۰) حضرت مولوی صدر الدین رضی اللہ عنہ مونگ ضلع گجرات
(۱۲۱) حضرت مولوی قطب الدین رضی اللہ عنہ ضلع گوجرانوالہ
(۱۲۲) حضرت مولوی قمر الدین لدھیانوی رضی اللہ عنہ
(۱۲۳) حضرت مولوی عبد السلام رضی اللہ عنہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور
(۱۲۴) حضرت مولوی رحیم بخش رضی اللہ عنہ تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور
(۱۲۵) حضرت مولوی حکیم سراج الدین رضی اللہ عنہ مڈھ رانجھا ضلع سرگودھا
(۱۲۶) حضرت مولوی جان محمد رضی اللہ عنہ عرف (جنڈوڈا) بستی بزدار ضلع ڈیرہ غازی خان
(۱۲۷) حضرت مولوی فضل محمد رضی اللہ عنہ ہرسیاں ضلع گورداسپور
(۱۲۸) حضرت مولوی احمد الدین رضی اللہ عنہ ساکن بوتالہ
(۱۲۹) حضرت مولوی غلام رسول رضی اللہ عنہ لنگے ضلع گجرات
(۱۳۰) حضرت مولوی عمر الدین رضی اللہ عنہ شادیوال ضلع گجرات

(۱۳۱) حضرت مولوی غلام نبی رضی اللہ عنہ غوث گڑھ ریاست پٹیالہ
(۱۳۲) حضرت مولوی حکیم قطب الدین رضی اللہ عنہ جندھڑ ضلع گجرات
(۱۳۳) حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ مالو ضلع فیروز پور
(۱۳۴) حضرت مولوی محمد دلپذیر بھیروی رضی اللہ عنہ
(۱۳۵) حضرت مولوی غلام نبی رضی اللہ عنہ پنڈوری ضلع گجرات
(۱۳۶) حضرت مولوی حافظ کرم الدین رضی اللہ عنہ پوڑاں والا ضلع گجرات
(۱۳۷) حضرت مولوی عبداللہ رضی اللہ عنہ ٹھٹھ شیر کا ضلع منٹگمری
(۱۳۸) حضرت مولوی امیرالدین گجراتی رضی اللہ عنہ
(۱۳۹) حضرت مولوی محمد حسین رضی اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ راولپنڈی
(۱۴۰) حضرت مولوی خادم حسین رضی اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ راولپنڈی
(۱۴۱) حضرت مولوی علم الدین رضی اللہ عنہ نارووال
(۱۴۲) حضرت مولوی غلام مصطفٰے بٹالوی رضی اللہ عنہ
(۱۴۳) حضرت مولوی مفتی چراغ دین بٹالوی رضی اللہ عنہ
(۱۴۴) حضرت مولوی غلام نبی مصری رضی اللہ عنہ چھوڑیاں کلاں ریاست پٹیالہ
(۱۴۵) حضرت مولوی عظیم ریاست نابھہ
(۱۴۶) حضرت مولوی شیخ عبدالصمد رضی اللہ عنہ چھاؤنی سیالکوٹ
(۱۴۷) حضرت مولوی محمد صادق جمونی
(۱۴۸) حضرت مولوی احمدالدین امام مسجد نامدار ضلع لاہور
(۱۴۹) حضرت مولوی محمد عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ موضع کچی ضلع ہزارہ
(۱۵۰) حضرت مولوی عبدالمجی عرب رضی اللہ عنہ
(۱۵۱) حضرت مولوی حکیم محمد حسین رضی اللہ عنہ متوطن کورووال ضلع سیالکوٹ
(۱۵۲) حضرت مولوی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مدرس عربی بھرت پور ریاست
(۱۵۳) حضرت مولوی غلام قادر رضی اللہ عنہ ملسیاں ضلع جالندھر
(۱۵۴) حضرت مولوی یار محمد رضی اللہ عنہ ہوشیار پور

(۱۵۵) حضرت مولوی جلال الدین رضی اللہ عنہ پیرکوٹ ضلع گوجرانوالہ
(۱۵۶) حضرت مولوی محمد جی رضی اللہ عنہ
(۱۵۷) حضرت مولوی ہدایت اللہ رضی اللہ عنہ لاہور
(۱۵۸) حضرت احمد رشید نواب عربی مکی رضی اللہ عنہ
(۱۵۹) حضرت مولوی سید عبد اللطیف شہید رضی اللہ عنہ خوست علاقہ کابل
(۱۶۰) حضرت مولوی عبد الرحمٰن کابلی شہید رضی اللہ عنہ
(۱۶۱) حضرت مولوی شہاب الدین غزنوی رضی اللہ عنہ کابل
(۱۶۲) حضرت مولوی عبد الحلیم رضی اللہ عنہ چار آبہ کابل

اسی طرح حضرات صوفیہ کرام میں سے:
(۱) حضرت خواجہ غلام فرید رضی اللہ عنہ چاچڑاں شریف
(۲) حضرت پیر رشید الدین صاحب العلم رضی اللہ عنہ سندھ
(۳) حضرت صوفی احمد جان لدھیانوی رضی اللہ عنہ
(۴) حضرت منشی ظفر احمد رضی اللہ عنہ ریاست کپورتھلہ
(۵) حضرت پیر افتخار احمد لدھیانوی رضی اللہ عنہ
(۶) حضرت پیر منظور احمد لدھیانوی رضی اللہ عنہ
(۷) حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق جمالی نعمانی سرساوی قادیانی رضی اللہ عنہ
(۸) حضرت سید محمد نور الدین چشتی قادری الطباطبائی عراقی رضی اللہ عنہ
(۹) حضرت مولوی خلیفہ عبد الرحمٰن نقشبندی دیہ سر کابل رضی اللہ عنہ
(۱۰) حضرت حضرت سید عبد الستار شاہ (بزرگ صاحب) کابلی رضی اللہ عنہ
(۱۱) حضرت مولوی صوفی غلام رسول راجیکی قادیانی رضی اللہ عنہ
(۱۲) حضرت شیخ نور احمد رضی اللہ عنہ (یہ بزرگ مہلم تھے پتہ معلوم نہیں ہوسکا پنجاب کے تھے
(۱۳) حضرت شہزادہ عبد المجید لدھیانوی رضی اللہ عنہ
(۱۴) حضرت پیر سید عنایت علی شاہ لدھیانوی رضی اللہ عنہ

(۱۵) حضرت سید مہدی حسین رضی اللہ عنہ موج خادم المسیح سید کھڑی ریاست پٹیالہ
(۱۶) حضرت قاضی حبیب اللہ رضی اللہ عنہ شاہدرہ لاہور
(۱۷) حضرت مولوی صوفی غلام احمد اختر رضی اللہ عنہ اوچ شریف
(۱۸) حضرت پیر جی خدا بخش رضی اللہ عنہ ڈیرہ دون
(۱۹) حضرت سید امیر علی شاہ سیالکوٹی رضی اللہ عنہ
(۲۰) حضرت سید عابد علی شاہ عابد رضی اللہ عنہ سیالکوٹ
(۲۱) حضرت صوفی مولا بخش رضی اللہ عنہ جاڈلہ ضلع ہوشیار پور
(۲۲) حضرت صوفی نبی بخش رضی اللہ عنہ راولپنڈی
(۲۳) حضرت صوفی محمد علی رضی اللہ عنہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات
(۲۴) حضرت صوفی محمد اسماعیل سرساوی رضی اللہ عنہ
(۲۵) حضرت پیر شمس الدین رضی اللہ عنہ گولیکی ضلع گجرات
(۲۶) حضرت پیر غلام غوث رضی اللہ عنہ گولیکی ضلع گجرات
(۲۷) حضرت حافظ سید تصور حسین بریلوی رضی اللہ عنہ
(۲۸) حضرت مولوی قدرت اللہ خان شاہجہان پوری رضی اللہ عنہ
(۲۹) حضرت مولوی شیخ غلام احمد واعظ رضی اللہ عنہ تلوڑی ضلع لدھیانہ قادیان
(۳۰) حضرت فقیر مردان شاہ رضی اللہ عنہ سوہلا گورداسپور

پس بزرگان سلف کی پیشگوئیوں کے مطابق علماء کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب وتکفیر اور حضور کی طرف سے ہر رنگ میں اُن پر اتمام حجت اور نیک ومتقی علماء وصوفیاء کی جانب سے آپ کے دعوے کی تصدیق اور آپ کی جماعت میں شمولیت بھی آپ کی صداقت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

(خاکسار مرتب)